مؤسس : سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ

ترجمان القرآن

ستمبر ۲۰۰۷ء

مدیر : پروفیسر خورشید احمد

ادارہ ترجمان القرآن

سال پہلے
ارات
مت مودودیؒ
م قرآن
م حدیث
وۂ حسنہ
ریخ و سیر
کیہ و تربیت
ہ و اجتہاد
سلامی معاشرت
سلامی تحریکیں
الم اسلام
سلام اور مغرب
الم نسواں
کستانیات
خبارِ اُمت
سائل و مسائل
کتاب نما

پسند آپ کی   کاوش ہماری

کامران ماڈل کالونی

محل وقوع

اسلام آباد کے زیر تکمیل سیکٹر I-14 سے متصل
موٹروے چوک اور مدینۃ الحجاج اسلام آباد سے قریب تر

پلاٹ سائز

رہائشی پلاٹس 5،6،10 مرلہ اور ایک کنال
کمرشل پلاٹس 5،8 مرلہ (محدود تعداد میں)

سہولیات

پانی، بجلی، گیس، سکول، کالج، مسجد، ٹیلی فون
اور 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت موجود

جدید سہولیات

بینک، ہسپتال، اسلامک سنٹر، لائبریری،
کمرشل ایریا، سکیورٹی اور دیکھ بھال کا نظام

خصوصیات

- کشادہ سڑکیں اور گلیاں
- خوبصورت پرفضا اور آلودگی سے پاک ماحول
- کمرشل ایریا جس میں پلاٹ اشاپ صرف رہائشی افراد کو ترجیحی بنیاد پر دی جائے گی
- سیکٹر کے ساتھ متصل ہونے کی بناء پر زندگی کی ہر آسائش موجود
- موٹروے اور جی ٹی روڈ سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت
- وقت کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ کی بدولت انتہائی منافع بخش سرمایہ کاری

تازہ ترین ریٹس
کے لئے ہیڈ آفس
سے رجوع کریں

ہاؤسنگ
مختلف سائز کے پلاٹس
پر کوٹھیاں اور مکانات
تعمیر کر کے دینے کی
خدمات موجود

الرحمٰن ویلی

صرف/2000 روپے فی مرلہ ایڈوانس اور
-/350 روپے فی مرلہ ماہانہ قسط پر
پلاٹ حاصل کریں۔

طریقہ کار

درخواست فارم کے ہمراہ شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور 2 عدد پاسپورٹ سائز تصاویر لگائیں اور چیک/ڈرافٹ بنام سائبان ایسوسی ایٹس اکاؤنٹ نمبر 1288-7 الائیڈ بینک آف پاکستان چوہڑ ہڑپال برانچ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

- براہ کرم ڈرافٹ کے پیچھے اپنا مکمل پتہ اور نام ضرور درج فرمائیں۔
- درخواست فارم اور بروشر مفت طلب فرمائیں۔

ادائیگی کا شیڈول

	پلاٹ سائز	ایڈوانس	ماہانہ قسط	کل قیمت
5 مرلہ	25 x 50	10,000/- روپے	1750/- روپے	156,250/- روپے
6 مرلہ	25 x 60	12,000/- روپے	3500/- روپے	187,500/- روپے
7 مرلہ	30 x 60	14,000/- روپے	3500/- روپے	218,750/- روپے
10 مرلہ	35 x 70	20,000/- روپے	7000/- روپے	312,500/- روپے
ایک کنال	50 x 90	40,000/- روپے	14000/- روپے	625,000/- روپے
کمرشل	ایک مرلہ سے ایک کنال تک	10%	900/- روپے ماہانہ سے (فی مرلہ)	12,00,000/- روپے

نوٹ: پلاٹ کی قیمت میں ترقیاتی اخراجات شامل ہیں۔

محل وقوع

متصل قرطبہ سٹی،
نزد موٹروے چکری انٹرچینج
انڈسٹریل زون راولپنڈی

سہولیات

پانی، بجلی، گیس، ٹیلی فون، کمیونٹی سنٹر، مسجد، سکول،
کالج، پارک، قبرستان اور 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

جدید سہولیات

بینک، ہسپتال، اسلامک سنٹر، لائبریری،
کمرشل ایریا، سکیورٹی اور دیکھ بھال کا نظام

بکنگ آفس لاہور
الفا رئیل اسٹیٹ
32 منصورہ مارکیٹ، بالمقابل منصورہ مین گیٹ
ملتان روڈ لاہور موبائل: 0300-9480853
فون: 042-7444316,7443429

برانچ آفس کراچی
سائبان ایسوسی ایٹس
C-161، کمرشل ایریا بلاک 2، PECHS،
طارق روڈ، کراچی، متصل رئیل سیکیورٹی گارڈز
فون: 021-2014728، موبائل: 0345-5360557

ملک بھر سے نمائندگان کی فوری ضرورت ہے۔ خواہشمند افراد رابطہ فرمائیں۔ تجربہ کار افراد کو ترجیح دی جائے گی

سائبان ایسوسی ایٹس ®
SAIBAAN
2G/256 بابا مارکیٹ، چوہڑ ہڑپال، مین پشاور روڈ راولپنڈی
فون 051-5466925 موبائل 0300-5249230
E-mail: tm_malik71@yahoo.com

ماہنامہ ترجمان القرآن

جلد ۱۳۴، عدد ۹، رمضان ۱۴۲۸ھ، ستمبر ۲۰۰۷ء

مدیر
پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر
مسلم سجاد

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰
فون: ۵۴۲۵۳۵۶ - ۰۴۲
فیکس: ۵۴۳۲۱۹۴ - ۰۴۲
ای میل: tarjuman@wol.net.pk

انتظامی امور

۵-اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور - ۵۴۶۰۰
فون: ۷۵۸۷۹۱۶ - ۰۴۲
۷۰۶۵۷۶۵ - ۰۴۲
فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰ - ۰۴۲
ای میل: tarjuman@tarjumanulquran.org
ویب: www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
زرسالانہ: ۲۵۰ روپے
معاونِ خصوصی: ۵۰۰۰ روپے

بیرونی ایڈیشن: ۳۵ روپے

بنگلہ دیش، بھارت ۹۰۰ روپے

ایران، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، یورپ، افریقہ ۱۲۰۰ روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۵۰۰ روپے

بنام ماہنامہ ترجمان القرآن
A/c No. 1957-3, UBL, Ichhra Br. LHR

زیراہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

محکمہ تعلیم سے منظور شدہ بحوالہ SO(A-IV)4-45/99

افیون کی گولیاں

ہم کبھی اس طرح کی ٹھوکریں کھانے اور چوٹیں سہنے سے نہیں بچ سکیں گے جب تک کہ خود اپنی اُن غلطیوں کو محسوس نہ کریں جن کی بدولت یہ پے درپے زکیں ہمیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ ہم حقائق سے منہ موڑ کر آرزوؤں اور تمناؤں کے پیچھے چلتے ہیں۔ ہم عقل کی بات بتانے والوں کو دشمن اور خوش کُن باتیں بنانے والوں کو دوست سمجھتے ہیں۔ ہم ٹھوس عمل کی کمی کو خیالی ہواؤں سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نصیحت سے نفور اور کذب وفریب کے قدرداں ہیں۔ ہم کسی کو اپنے آگے لگاتے وقت اس کے اخلاقی و ذہنی اوصاف نہیں دیکھتے بلکہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ وہ نعرہ کتنے زور کا لگاتا ہے اور زبان کے استعمال میں کس قدر مطلق العنان ہے۔ ہم اپنے رہبروں اور سربراہ کاروں کے انتخاب میں پیہم غلطیاں کرتے رہے ہیں اور اندھی پیروی کے اتنے خوگر ہو چکے ہیں کہ تباہ کن حوادث میں مبتلا ہونے سے پہلے کبھی آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتے کہ ہمارے رہبر ہمیں کدھر لیے جارہے ہیں۔

ہماری یہی کمزوریاں دراصل ہماری سب سے بڑی دشمن ہیں۔ کسی باہر والے کی دشمنی اور کسی گھر والے کی غداری ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکتی اگر ہماری اپنی یہ کمزوریاں اس کی مدد نہ کرتیں۔ اب بھی ہم انھیں سمجھ لیں اور ان کی اصلاح پر آمادہ ہوجائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حیدرآباد کا خون رائیگاں نہ گیا۔ لیکن افسوس کہ سقوطِ حیدرآباد کے بعد فوراً ہی ہم نے اس کی ایسی توجیہات شروع کر دیں جن سے اپنی کمزوریوں کے سوا ہر دوسری ممکن التصور چیز پر اس حادثۂ عظیم کی ذمہ داری ڈالی جاسکے۔ گویا ہم اپنے نفس کو یہ اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ ہم خود تو سب کچھ ٹھیک ہی کر رہے تھے، صرف فلاں کی غداری اور فلاں کی بے وفائی نے ہم کو اس حادثے سے دوچار کر دیا___ درحقیقت یہ وہ افیون کی گولیاں ہیں جو ہر چوٹ کے بعد ہم اس لیے کھایا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی خامیوں کا تلخ احساس نہ ہونے پائے۔ ('اشارات'، ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن' جلد ۳۱' عدد ۵' ذی القعدہ ۱۳۶۷ھ' ستمبر ۱۹۴۸ء' ص ۱۰-۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

جنرل مشرف کے دورِحکومت میں
پاک امریکا تعلقات
پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے!

پروفیسر خورشید احمد

جنرل پرویز مشرف کے آٹھ سالہ دورِاقتدار میں زندگی کے ہر شعبے میں خرابی اور بگاڑ میں غیرمعمولی اضافہ ہوا ہے لیکن اس کا سب سے خطرناک پہلو وہ ضرب کاری ہے جو ملک کی آزادی اور حاکمیت‘ سلامتی اور استحکام اور نظریاتی اور تہذیبی شناخت پر لگی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے آزادی کی ۶۰ سالہ تاریخ میں یومِ آزادی کے موقع پر سوگواری‘ بے یقینی اور اضطراب کا جو عالم اس سال تھا وہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ قوم کے سر شرم سے جھک گئے جب یہ خبر آئی کہ قبائلی علاقوں میں سیاہ جھنڈے تک لہرائے گئے اور اسلام آباد میں وزیراعظم کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ کھلی فضا میں قومی پرچم کی رونمائی کریں۔ اس تقریب کا اہتمام بھی کانفرنس ہال کی پختہ چھت تلے کیا گیا!

اس یومِ آزادی پر لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خونی المیے کا سایہ تھا اور معصوم بچوں اور بچیوں کی دل گداز چیخیں اور قرآن پاک کے انسانوں کے خونی لوتھڑوں میں گڈمڈ اوراق نوحہ کناں تھے۔ وزیرستان‘ سوات‘ ہنگو‘ بنوں‘ کوئٹہ اور کوہلو میں بندوقوں کی گھن گرج اور بموں کی بارش اور انسانی لاشوں کے کشتے تھے۔ اور ان سب پر مستزاد امریکی انتظامیہ اور صدارتی امیدواروں کی

دھمکیاں اور اعلانات تھے کہ اپنی آزادی اور خودمختاری کی اوقات پہچانو، سیدھے سیدھے ہمارے احکام کی تعمیل کرو اور ساتھ ہی تیار رہو کہ 'قابل اعتماد' معلومات ملنے پر ہم خود تمھارے علاقوں پر بھی فوج کشی سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہ کچھ تو افغانستان میں امریکا اور ناٹو کے کمانڈر اور واشنگٹن میں ترجمان کہہ رہے تھے، جب کہ صدر بش خود بھی گول مول انداز میں یہی پیغام دے رہے تھے مگر وہاں کے ایک صدارتی امیدوار نے تو تمام حدود کو پھاند کر صرف پاکستان ہی نہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر بھی بم باری اور لشکرکشی کی دھمکیاں دے ڈالیں۔

امریکی کانگریس نے ۲۷ جولائی کو نائن الیون کمیشن کی سفارشات پر وہ قانون منظور کرلیا جس کے نتیجے میں پاکستان کے لیے امریکی امداد کو شرم ناک اور ذلت آمیز شرائط اور سالانہ سرٹی فکیٹ کے اجرا سے مشروط کر کے پاکستانی قیادت کو آئینہ دکھایا گیا ہے کہ تمھاری چھے سالہ 'گراں قدر خدمات' اور امریکا کی خوش نودی کے لیے خود اپنے مسلمان بھائیوں، بہنوں اور بچوں کا خون بہانے کا یہ ہے صلہ۔ ساتھ ہی بھارت سے نیوکلیر تعاون کے معاہدے کو قانون کا درجہ دے دیا گیا تاکہ علاقے پر بھارت کی بالادستی کے قیام، پاکستان پر نیوکلیر دباؤ میں اضافے اور اس کی توانائی کی ضروریات کے بارے میں ہتک آمیز تمسخر کا مظاہرہ، اور پاکستان کے سب سے قابلِ اعتماد دوست چین کے گرد دائرہ تنگ کرنے کا امریکی منصوبہ آگے بڑھایا جاسکے۔

نائن الیون کمیشن کی سفاشات پر مبنی قانون صرف ہماری آزادی اور حاکمیت پر ہی ضرب نہیں لگاتا بلکہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کے لیے ایک قانونی بنیادی ڈھانچا (infra-structure) وضع کر دیتا ہے۔ یہ پاکستان اور اس کی قیادت پر کھلی بے اعتمادی کا اظہار ہے اور پاکستان کو دائمی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا انتظام بھی۔ اس میں یہ لازم کیا گیا ہے کہ ہرسال صدرِ امریکا کو یہ سرٹی فکیٹ جاری کرنا ہوگا کہ پاکستان امریکی احکام پر قرار واقعی عمل کر رہا ہے اور ان احکام میں صرف نام نہاد دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لیے فوج کشی، گرفتاریاں اور دوسری تمام کارروائیاں ہی شامل نہیں، بلکہ پاکستان اور قبائلی علاقوں میں طالبان کے اثرورسوخ کو ختم کرنا، اور پاکستان میں 'سیکولر تعلیم' کا فروغ اور 'اسلامی شدت پسندی' کے خلاف مستقل کارروائی بھی سرفہرست ہے۔

غلامی کی اس دستاویز کو امریکی کانگریس نے بھاری اکثریت سے منظور کیا ہے اور اس پر عمل کے لیے نہ صرف جنرل پرویز مشرف پر دباؤ ہے بلکہ دوسری لبرل قوتوں کو بھی ان کا حلیف اور شریک کار بنانے کے لیے سارے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر ملک کے اندرونی نظام میں ہر طرح کی مداخلت کا راستہ استوار کیا جارہا ہے جس کا کھلا ثبوت برطانیہ میں جیک اسٹرا کے ذریعے پیپلز پارٹی کی قیادت کو مشرف سے تعاون پر تیار کرنا، امریکی انتظامیہ اور میڈیا کی مشرف بے نظیر اتحاد بنانے کی کوششیں، اور ۹ اگست کو امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس کی جنرل پرویز مشرف سے ۱۷ منٹ کی ٹیلی فون کال ہے جس کے نتیجے میں ایمرجنسی کے اعلان کو روکا گیا اور انکار کے بعد سجدۂ سہو کرتے ہوئے کابل یاترا اختیار کرلی گئی۔

۲۰۰۷ء کا یومِ آزادی قوم نے آزادی، حاکمیت، عزت و وقار اور نظریاتی تشخص پر حملوں کی اس فضا میں منایا ہے ___ لیکن غم واندوہ اور اضطراب اور بے چینی کے ساتھ ساتھ اس نئے احساس اور اس عزم کے ساتھ منایا ہے کہ قوم کو اپنی آزادی اور اپنی شناخت کے تحفظ کے لیے ایک نئی جدوجہد کرنا ہوگی۔ ۲۰ جولائی کے بعد عدلیہ کی آزادی سے جس دور کا آغاز ہوا ہے، اس کی تکمیل جرنیلی آمریت سے مکمل اور مستقل آزادی کے حصول اور بیرونی استعمار کی نئی زنجیروں سے گلوخلاصی کے ذریعے اپنے انجام تک پہنچانا ہوگا ___ عزت اور آزادی کی زندگی کا صرف اور صرف یہی ایک راستہ ہے۔ اس موقع پر ذرا سی کمزوری بھی بہت مہنگی پڑسکتی ہے۔

جنرل پرویز مشرف کا اقتدار فوج اور امریکا کی بیساکھیوں پر قائم ہے، لیکن وقت آگیا ہے کہ ان دونوں بیساکھیوں سے نجات حاصل کی جائے۔ سیاست میں فوج کی مداخلت کے باب کو یک سر بند کردیا جائے، اور امریکا سے تعلقات کو ازسرنو اپنی حاکمیت اور نظریاتی شناخت کی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ خصوصیت سے نائن الیون کے بعد جنرل پرویز مشرف نے جس طرح خارجہ پالیسی اور داخلی سیاست دونوں کو امریکی ایجنڈے کے تابع کردیا ہے، اس کو یک سر تبدیل کیا جائے تاکہ ملک ایک بار پھر ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے عزت سے سر اُٹھا کر اپنا سفر جاری رکھ سکے۔

پاک امریکا تعلقات: ایک جائزہ

امریکا سے پاکستان کے تعلقات کے ابتدائی خطوطِ کار قائداعظم اور قائد ملّت لیاقت علی خان کے دور میں مرتب ہوئے لیکن جلد ہی اس آزاد اور باوقار دوستانہ تعلق کو سرد جنگ کے پس منظر میں امریکا کی چھتری تلے آنے کے نام پر ایک نئی محکومی اور محتاجی کی شکل دے دی گئی، اور خارجہ سیاست کی گاڑی کو پٹڑی سے اتارنے اور اس نئی سمت میں ڈالنے میں کلیدی کردار غلام محمد، سر ظفراللہ خاں اور جنرل محمد ایوب خان کا تھا۔ قائداعظم نے برملا کہا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست اور دنیا کی پانچویں بڑی مملکت ہے اور ہم برابری کی بنیاد پر اور اقوام متحدہ کے چارٹر کی روشنی میں امریکا سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ لیاقت علی خان نے بہت کھل کر پاکستان کی آزاد پالیسی اور نظریاتی کردار کا اعلان و اظہار کیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ پاکستان کی آزادی اور ہماری روحانی شناخت کوئی قابلِ فروخت شے نہیں ہے۔ لیکن بعد کی قیادتوں نے ان دونوں ہی کا لحاظ نہ رکھا اور امریکی سیاست کے جال میں پھنس گئے۔ امریکا نے خاص طور پر اپنے تعلقات اور اثرات کو محکم کرنے کے لیے فوج سے بلاواسطہ تعلقات کو ذریعہ بنایا اور پاکستانی قوم اور پارلیمنٹ کو کبھی بھی سارے حقائق سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ اس سے انکار نہیں کہ معاشی اور عسکری اعتبار سے کچھ مثبت فوائد بھی حاصل ہوئے لیکن جن بنیادوں کو محفوظ نہ رکھا جاسکا، وہ آزادی، حاکمیت اور نظریاتی تشخص ہیں جس کی بڑی بھاری قیمت ہر دور میں اور سب سے زیادہ جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں قوم کو ادا کرنا پڑی۔

اس سب کے باوجود پاکستان اور امریکا کے تعلقات پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان میں بڑے نشیب و فراز صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔ کبھی دوستی کی پینگیں بڑھائی جاتی ہیں اور کبھی صاف پیٹھ دکھا دی جاتی ہے۔ یہ تجربہ بار بار ہوا اور یہ صرف پاکستان ہی کے ساتھ نہیں، امریکا کی خارجہ سیاست کا طریق واردات یہی ہے۔ ایک اسرائیل کو چھوڑ کر کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ امریکا نے مستقل دوستی نبھائی ہو۔ ضرورت پڑنے پر ساتھ ملانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا ہے جسے carrot and stick، یعنی چارہ اور چابک کی پالیسی کہا گیا ہے۔ اگر چارے (political bribe) سے کام چل گیا تو فہوالمراد، ورنہ چابک اور ڈنڈا بے دریغ استعمال کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکا

گاہک (client) اور غلام (serf) تو حاصل کر سکا ہے مگر کبھی دوسروں کو وہ دوست اور ساتھی نہیں بنا سکا۔ پاکستان کو اس کا تجربہ ۱۹۶۵ء میں، پھر ۱۹۷۱ء میں، پھر ۱۹۷۶ء میں، پھر ۹۰-۱۹۸۸ء میں، پھر ۱۹۹۸ء میں ہوا، مگر مجال ہے جو ہماری قیادتوں نے اس سے کوئی سبق سیکھا ہو۔ کہنے والے تو کہتے ہیں کہ ع

ٹھوکریں کھا کر تو کہتے ہیں سنبھل جاتے ہیں لوگ

لیکن افسوس صد افسوس کہ اس ملک کی قیادتوں نے تو ٹھوکریں ہی نہیں، جوتے کھانے کے بعد بھی سبق نہیں سیکھا۔

پاک امریکا تعلقات کا سب سے ذلت آمیز دور پرویز مشرف کا دورِ اقتدار ہے۔ اس کا آغاز بل کلنٹن کے دورۂ جنوبی ایشیا سے ہوتا ہے جس میں بھارت کو اسٹرے ٹیجک پارٹنر بنایا گیا، پانچ دن وہاں شادیانے بجائے گئے اور پانچ گھنٹے کے لیے پاکستان میں اس انداز میں آئے کہ جنرل پرویز مشرف کے ساتھ کوئی تصویر نہیں کھنچوائی، کوئی مشترک پریس کانفرنس نہیں کی، اور بلاواسطہ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پاکستانی قوم سے خطاب فرمایا۔ وردی پوش جنرل صاحب نے یہ سب ذلت بخوشی قبول کی اور شکریہ ادا کیا کہ انھیں اس لائق تو سمجھا گیا! لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

۹ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکی رعونت اپنے عروج پر تھی اور پاکستان کی گوشمالی کا بدترین دور ۱۲ستمبر کی اس ٹیلی فون کال سے شروع ہوتا ہے جو جنرل کولن پاول نے جنرل پرویز مشرف کو کی۔ یہ گفتگو اس دھمکی کے زیرسایہ ہوئی تھی جو پہلے ہی امریکی نائب وزیرخارجہ رچرڈ آرمی ٹیج نے پاکستانی آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل محمود کو واشنگٹن میں دے دی تھی، اور بش صاحب کا فرمان شاہی پہنچا دیا تھا کہ یا ہمارا ساتھ دو ورنہ تمھیں پتھر کے دور میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کی پوری تفصیل امریکی صحافی باب ووڈ ورڈ نے اپنی کتاب *Bush at War* میں دی ہے اور دسیوں کتابوں میں وہ پوری صورت حال آچکی ہے جس میں دھونس، دھمکی اور ننگی جارحیت کی تلوار دکھا کر پاکستان کی فوجی قیادت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا گیا، اور جس کا اعتراف 'محکوم کی دانش مندی' کی مغالطہ آمیز منظرکشی کے روپ میں خود جنرل پرویز مشرف نے اپنی خودنوشت *In the Line of Fire* میں کیا ہے۔

آج جو ہتک آمیز سلوک امریکا، جنرل صاحب اور پاکستان سے کررہا ہے، وہ نتیجہ ہے اس ہمالیہ کے برابر غلطی کا جو ستمبر ۲۰۰۱ء میں جنرل صاحب نے کی۔ اس کے بعد سے مسلسل امریکا کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں، غلامی کی زنجیروں کو زیور بنا کر پیش کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب اس شیطانی گرفت سے نکلنے کی ان کو کوئی سبیل نظر نہیں آرہی ہے۔

نائن الیون کے بعد

بحیثیت سوپر پاور روس کے خاتمے کے بعد سے امریکا کی خارجہ پالیسی کا ایک ہی ہدف ہے اور وہ پوری دنیا پر اپنی سیاسی، عسکری، معاشی اور تہذیبی بالادستی کا قیام، دنیا کے دوسرے ممالک کے وسائل اور خصوصیت سے توانائی کے ذخائر پر قبضہ، اور نیوکلیر اثاثوں پر کنٹرول اور اس امر کو واقعی بنانا ہے کہ امریکا کی اس بالادستی کو چیلنج کرنے والی کوئی قوت کسی شکل میں بھی اُبھر نہ سکے۔ نائن الیون دراصل اس سامراجی عمل (hubris) کا ایک حصہ ہے اور اس کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر انھی مقاصد کو زیادہ بھونڈے اور زیادہ خون آشام انداز میں حاصل کرنے کی عالم گیر جدوجہد کا آغاز ہوا ہے۔ البتہ اس فرق کے ساتھ کہ اب ایک فوری ہدف چند مسلمان ممالک (خصوصیت سے افغانستان، عراق، ایران، شام اور پاکستان)، اور اسلام کا وہ تصور قرار پایا جسے سیاسی اسلام، اسلامی بنیاد پرستی، جہاد اور زیادہ اکھڑ اور صاف الفاظ میں اسلامی دہشت گردی اور اسلامی فاشزم کہا جا رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کو ترغیب اور ترہیب کا ہر حربہ استعمال کر کے اپنا شریک کار بنایا گیا ہے اور یہی وہ جال ہے جس میں جنرل پرویز مشرف بخوشی قدم افروز ہوئے ہیں اور چھے سال تک ذلت آمیز خدمات انجام دینے کے بعد بھی ھل من مزید (more, more and more) کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

صدر بش نے اپنے عالمی دہشت گردی کے مقاصد کو کسی پردے میں نہیں رکھا۔ بقول باب ووڈ ورڈ امریکا نے اپنا ہدف بہت صاف لفظوں میں دنیا کو بتا دیا ہے کہ:

> ہم اپنی عظیم قوم کے دفاع میں دنیا کے کونے کونے میں موت اور تشدد پھیلائیں گے۔
>
> (Bush At War، باب وڈ ورڈ، سائمن اینڈ شوسٹر، نیویارک، ۲۰۰۲ء، ص ۳۵۲)

دیکھیے پاکستان کے جنرل پرویز مشرف کو قابو میں کر کے کس طرح اس شکنجے میں کسا گیا ہے۔ بش صاحب نے ٹائن الیون کے فوراً بعد اپنی پالیسی کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''ہمیں طاقت کا استعمال کر کے ملکوں سے فیصلے کروانا ہوں گے''۔ (ص ۳۳)

آرمی میج نے جنرل محمود سے کہا:

> پاکستان کو ایک اہم فیصلہ کرنا ہے ___ یا وہ ہمارے ساتھ ہے یا نہیں ہے۔ یہ سفید اور سیاہ میں سے کسی ایک کا انتخاب ہے۔ درمیان میں کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ الفاظ کہ ''مستقبل آج شروع ہو رہا ہے'' پاکستانی صدر جنرل مشرف کو بتا دو: ''ہمارے ساتھ یا ہمارے مخالف''۔ (ص ۴۷)

جنرل کولن پاول نے صدر بش سے کہہ دیا تھا کہ افغانستان پر حملہ اور بن لادن اور القاعدہ پر گرفت پاکستان کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے:

> پاکستانیوں کو نوٹس دینے کی ضرورت ہے..... مشرف پر بہت زیادہ دباؤ ڈالنے میں اندیشہ ہے، لیکن بالکل دباؤ نہ ڈالنے میں زیادہ اندیشہ ہے۔ (ص ۵۸)

۱۲ ستمبر کو رات کو ۱۲:۳۰ بجے کولن پاول نے جنرل پرویز مشرف سے "As one general to another" بات کی اور ''یا ہمارے ساتھ ہو، یا ہمارے مقابلے میں ہو'' کی دھمکی دی، نیز سات مطالبات کیے جن کے نتیجے میں پاکستان امریکا کے جنگی پشتے (war base) میں تبدیل ہو گیا۔ کولن پاول نے باب ووڈ ورڈ سے کہا اور پھر اپنی خودنوشت میں اعتراف کیا ہے کہ وہ سمجھتا تھا کہ مشرف سات میں سے ایک دو مطالبات مان لے گا لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہمارے جنرل صاحب نے ساتوں مطالبات بے چون و چرا مان لیے۔ ووڈ ورڈ لکھتا ہے:

> پاول کو حیرت ہوئی جب مشرف نے کہا کہ پاکستان امریکا کے ساتوں میں سے ہر ایک اقدام میں حمایت کرے گا۔ (ص ۵۹)

بعد میں صدر بش سے جنرل پرویز مشرف نے دو درخواستیں کیں۔ ایک یہ کہ: ''افغانستان کے بارے میں انھیں خدشہ ہے کہ شمالی اتحاد جسے امریکا بھی مانتا ہے کہ وہ قبائلی ٹھگوں کے گروہ سے زیادہ نہیں، افغانستان پر قابض ہو جائے گا''۔ جس کے جواب میں صدر بش نے خسروانِ شاہی سے

فرمایا کہ: ''شمالی اتحاد کے بارے میں آپ کی تشویش کا مجھے بخوبی احساس ہے''۔

ملاقات کے بعد پریس کے سامنے بش نے وعدہ کیا کہ:

> ہم اپنے دوستوں کی جنوب میں شامالی میدان کی طرف پیش قدمی کی حوصلہ افزائی کریں گے نہ کہ شہر کابل پر قبضہ کے لیے، بش نے کہا۔ (ص ۳۰۴)

اور پھر ہوا کیا؟ پورا افغانستان طشتری میں سجا کر شمالی اتحاد کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور جنرل صاحب دیکھتے رہ گئے۔ دوسری گزارش جنرل صاحب نے صدر بش سے یہ کی کہ پاکستان کے نیوکلیر اثاثہ جات کو اسرائیل سے خطرہ ہے، آپ ان کے تحفظ کا یقین دلائیں۔ بش نے بات کو مذاق میں اڑا دیا اور جنرل صاحب خوش ہو گئے کہ امریکا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر دست درازی نہیں کرے گا۔

جنرل صاحب نے بڑی ہمت کر کے افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کے خاتمے پر امریکا کے آنکھیں پھیر لینے کے پاکستانی احساس کا ذکر کیا تو بش نے پوری ڈھٹائی سے کہا: ایسا نہیں ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے:

> مشرف نے کہا کہ اس کو یہ خطرہ ہے کہ امریکا آخر میں پاکستان کو چھوڑ دے گا اور دوسرے مفادات دہشت گردی کے خلاف جنگ کی اہمیّت کم کر دیں گے۔ بش نے اپنی نگاہ مرکوز کر کے کہا: پاکستانی عوام کو بتا دیں کہ امریکی صدر نے آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بتایا ہے کہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ (ص ۳۰۳)

حسب عادت امریکا نے وہی کیا اور کر رہا ہے، یعنی آنکھیں پھیر لینا۔ بدعہدی اور طوطا چشمی کے علاوہ اس سے کوئی توقع رکھنا خوش فہمی ہی نہیں حماقت ہے۔ اس موقع پر صدر نکسن کی دل چسپ مگر عبرت آموز گواہی بھی ریکارڈ پر لانا مفید ہوگی جس میں امریکا کا ساتھ دینے والے چار کرداروں کا ذکر ہے جن میں سے دو کا تعلق پاکستان سے ہے۔ رچرڈ نکسن نے اپنی کتاب *In the Arena: A Memoir of Victory, Defeat and Renewal* میں جو ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی تھی، لکھا ہے:

> بیرونی سفر میں میرا سب سے زیادہ افسوس ناک تجربہ جولائی ۱۹۸۰ء میں، قاہرہ میں،

شاہِ ایران کے جنازے میں شرکت تھی۔ واشنگٹن سے کوئی بھی امریکا کی نمایندگی کے لیے ایک ایسے لیڈر کے جنازے میں نہیں بھیجا گیا جو ہمارے نہایت وفادار اور گہرے دوستوں میں سے تھا۔ مجھے پاکستان کے صدر ایوب خان کا ایک جملہ یاد آیا جو انھوں نے ۱۹۶۴ء میں' جنوبی ویت نام کے صدر ڈیم کے قتل میں امریکا کی شرکت پر تبصرہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ اس واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ امریکا کا دوست ہونا خطرناک ہوتا ہے۔ غیر جانب دار ہونے کا فائدہ ہوتا ہے' اور بعض وقت دشمن ہونے سے کام نکلتا ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں اس وقت پھر آئی جب امریکا کے ایک اور گہرے دوست پاکستان کے صدر ضیاء الحق کی پُراسرار موت کی اطلاع ملی جو ہوائی جہاز کے حادثے میں ہوئی جو بظاہر سبوتاژ کا نتیجہ تھی۔

قومی عزائم سے بدترین بے وفائی

یہ ہے امریکا کا ٹریک ریکارڈ۔ اس کے باوجود جنرل پرویز مشرف نے امریکا کا دامن تھاما اور اس کی چاکری کی خدمات انجام دیں' جن میں افغانستان کے اپنے دوست حکمران طالبان سے نائن الیون کے واقعے میں ان کے ملوث ہونے کے کسی واضح ثبوت کے باوجود بے وفائی' افغانستان پر فوجی یلغار اور اس کو تباہ و برباد کرنے کی امریکی اور بعد میں ناٹو کی جنگ میں شرکت' خود اپنے ملک میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر افغانستان میں امریکا اور ناٹو کی مشترک ۴۰ ہزار کی فوج کے مقابلے میں ۸۰ ہزار سے ایک لاکھ فوج کو قبائلی علاقوں میں جھونک دینا' ۸۰۰ پاکستانی افسران اور جوانوں اور ایک ہزار سے زیادہ قبائلی مسلمانوں کی جانوں کا اتلاف اور سیکڑوں افراد کو کسی ثبوت اور کسی عدالتی کارروائی کے بغیر گرفتار کر کے امریکا کی تعذیب کا نشانہ بنانے کے لیے ان کی تحویل میں دے دینا شامل ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں پاکستان کے اندرونی معاملات حتیٰ کہ سیکولر تعلیمی نظام کو فروغ دینے اور ملک میں امریکا کی مرضی کی سیاسی قیادت کو برسرِ اقتدار لانے کے معاملات میں امریکی ایجنڈے کی تعمیل کی راہیں استوار کیں۔ یاد رکھیے جو پالیسی مالی منفعت یا بہ الفاظ صحیح تر سیاسی رشوت یا بیرونی دباؤ' بلیک میل' ہاتھ مروڑنے اور تازیانہ بازی کا نشانہ بننے کے

نتیجے میں بنے گی، یا ان دونوں کے امتزاج کا نتیجہ ہوگی وہ کبھی قومی مفاد میں نہیں ہوسکتی۔ نائن الیون کے بعد جنرل پرویز مشرف نے امریکا کے حکم اور مطالبے کے تحت قومی مفاد کو جس طرح قربان کیا ہے اور ملک کی خارجی اور داخلی پالیسیوں میں جو بنیادی تبدیلیاں کی ہیں وہ قوم، اور اس کے عزائم سے بدترین بے وفائی اور قیامِ پاکستان کے مقاصد اور دستورِ پاکستان کے تقاضوں سے متصادم ہیں۔ اور یہ سب کچھ چند بلین ڈالر حاصل کرنے اور امریکا کے دباؤ اور ڈنڈوں کے سائے تلے کیا گیا ہے۔ اس کی چند مثالیں ریکارڈ کی خاطر پیش کی جاتی ہیں۔

امریکا کی ناردرن کمانڈ کا سربراہ (۲۰۰۳ء-۲۰۰۰ء) جنرل ٹامی فرینک اپنی خودنوشت میں جو ۲۰۰۴ء میں American Soldier کے نام سے شائع ہوئی ہے، لکھتا ہے:

> میں نے ارادہ کیا کہ سفر جاری رکھتے ہوئے پاکستان میں صدر مشرف سے مل لوں۔ اس لیے کہ اگر بازو مروڑنے کا کوئی موقع تھا تو یہی تھا۔ انھیں فیصلہ کرنا ہوگا، اور بہت جلدی فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ کس طرف ہیں۔

اسی کتاب میں جنرل ٹامی فرینک انکشاف کرتا ہے کہ افغانستان پر امریکا کی یورش میں بھارت کی سیاسی، سفارتی اور فوجی شرکت بھی تھی جس پر جنرل پرویز مشرف کو اصولی اختلاف نہیں تھا البتہ صرف اس لیے پریشان تھے کہ اس سے ان کی سیاسی پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ معاملہ اس پر طے ہوا کہ بھارت کی شرکت کو نمایاں نہیں کیا جائے گا۔ یہ دل خراش داستان انھی کی زبان میں سن لیجیے:

> مشرف نے درخواست کی کہ مہم کے منصوبے میں بھارتی حکومت یا بھارتی فوج کی شرکت نہ ہو۔ خاص طور پر کسی بھی صورت میں اس طرح کہ بھارتی فوجیں پاکستان کے بحری اور فضائی حدود میں داخل ہوں۔ انھوں نے یہ بھی چاہا کہ اتحادی بھارت کی سیاسی شرکت کو بھی بہت نمایاں نہ کریں جس سے پاکستان میں جذبات بھڑک سکتے ہیں۔ میں نے امریکی سفیر وینڈی سے کہا کہ وہ صدر مشرف کو میرا ذاتی شکریہ پہنچادیں اور انھیں بتائیں کہ میں بھارتی شرکت کا مظاہرہ کم سے کم کرنے کی کوشش کروں گا۔
> (ص ۲۷۳)

جنرل ٹامی فرینک اپنی افغان جنگ کے پورے تجربے کا تجزیہ کرتے ہوئے فخریہ انداز میں بیان کرتا ہے کہ:

> علاقے میں اپنے ساتھی تلاش کرنے کے لیے اپنے ۳۰ سے زیادہ دوروں میں، مَیں نے بہت زیادہ چارہ اور چند ہی چابک استعمال کیے۔

اور پھر جنرل پرویز مشرف کی تابع داری کا بیان یوں رقم کرتا ہے:

> اور گو کہ دنیا کو اس جنگ میں پاکستان کے فوجی کردار کا کم پتا ہے لیکن پرویز مشرف نے اپنا کہا پورا کیا، اور آج بھی وہ اسی طرح ہے۔ پاکستان کے گیارھویں کور کے تجربہ کار فوجیوں نے بھاگنے والے سیکڑوں القاعدہ کے دہشت گردوں کو قتل کیا اور پکڑا اور وہ آج بھی وزیرستان کے پہاڑوں میں ان دہشت گردوں کو تلاش کرتے ہیں، جب کہ پاکستان کی سیکورٹی فورسز شہروں میں ان کا پتا چلاتی ہیں۔ حال ہی میں القاعدہ دہشت گردوں کی گرفتاریاں جاری مہم کی تازہ کامیابیاں ہیں۔ جب صدر بش نے کہا تھا کہ دنیا کی قومیں یا ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے مخالف تو پاکستان نے ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا (کہ اب اسے کیا کرنا ہے)۔

ٹامی فرینک کی گواہی کافی نہیں۔ تصویر مکمل کرنے کے لیے سی آئی اے کے ڈائرکٹر جارج ٹی نٹ (Tenet) کی شہادت بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ یہ نومبر ۲۰۰۱ء کا واقعہ ہے اور پس منظر میں پاکستان کی نیوکلیر ٹکنالوجی کے افغانستان جانے کا خطرہ ہے۔ صدر بش نے خصوصی طیارے سے سی آئی اے کے سربراہ کو پاکستان بھیجا۔ باب ووڈ ورڈ نے اپنی دوسری کتاب *Plan to Attack* میں اس کی اس طرح منظرکشی کی ہے۔ پہلے صدر بش کی ہدایت دیکھیے:

> بش نے ٹی نٹ سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی وہاں جاؤ اور جو چاہیے وہ حاصل کرلو۔ اپنا جہاز پکڑو اور ابھی پاکستان چلے جاؤ۔

جارج ٹی نٹ پہلے آئی ایس آئی کے سربراہ سے ملتے ہیں۔ ذرا زبان اور عزائم ملاحظہ فرمائیں:

> وہ پاکستان کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ سے خوب خبر لینے (raising holy hell) کے

ارادے سے ملنے گیا۔ اگر امریکا میں کوئی ایٹمی ہتھیار ہوا اور یہ چل گیا تو ذمہ داری تمھاری ہوگی، مشرف کے بارے میں اس نے کہا۔ ہم نے اس پر خوب دباؤ ڈالا۔ ایک اہل کار نے کہا: ہم گوشمالی کرتے رہے (we were turning the screws) یہاں تک کہ اس کے ساتھ ہم اس مقام پر پہنچ گئے کہ پاکستانی ہمارے ساتھ کام کرنے لگے۔ (ص ۴۷)

جنرل پرویز مشرف اور ان کے وزیرخارجہ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے کسی کے اشارے پر یا دباؤ کے تحت کچھ نہیں کیا۔ اس سے بڑا جھوٹ آسمان تلے نہیں ہوسکتا۔ قوم نے جس فوج کو ملک کی آزادی اور قوم کی عزت کی حفاظت کے لیے اپنا پیٹ کاٹ کر تیار کیا تھا، اس کی قیادت نے چند ڈالروں کے لیے اور دوسروں کی دھمکیوں کے تحت خود مسلمانوں کا خون بہایا اور امریکا کی بالادستی کے قیام کے لیے خود اپنی جانیں اور عزت قربان کی۔ اقبال نے تو کشمیر کا نوحہ کیا تھا، کیا خبر تھی کہ پاکستان کے بارے میں بھی کہنا پڑے گا کہ اس کے جرنیلوں نے ؏

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند!

امریکا کی کھلی مداخلت

امریکا کس طرح ہمارے معاملات میں مداخلت کر رہا ہے، وہ صرف افغانستان کے لیے کندھا فراہم کرنے اور وزیرستان میں فوج کشی کرنے تک محدود نہیں۔ چند اور مثالیں مشتے نمونہ ازخروارے پیش خدمت ہیں۔

امریکا اور برطانیہ کے اشاروں پر کشمیر کی جدوجہد آزادی سے دست برداری اختیار کی گئی اور نہ صرف عملاً تحریک آزادیِ کشمیر کی ہر مدد بند کردی، بلکہ اسے آزادی کی جنگ بھی کہنے سے توبہ کرڈالی۔ افسوس کہ بالآخر جنوری ۲۰۰۴ء میں یہاں تک اعلان کردیا کہ کشمیر کی کنٹرول لائن جسے پاکستان نے کبھی بین الاقوامی سرحد تسلیم نہیں کیا تھا، اسے کشمیری مجاہدین کے لیے بند کردیا جائے گا اور ان کے سرحد پار کرنے کو دہشت گردی کی ایک صورت تسلیم کرلیا۔

اس سلسلے میں ٹونی بلیئر نے صدر بش کے کارندے کی خدمات انجام دیں اور جنرل پرویز

مشرف کو قائل کرلیا کہ کشمیر کی تحریکِ آزادی کو تحریکِ آزادی بھی نہ کہیں۔ ابھی چند ہفتے قبل ہی سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر کے ایڈوائزر اور پالیسی کے شعبے کے مدیر الیسٹیر کیمپبل کی کتاب The Blair Years شائع ہوئی ہے۔اس میں ٹونی بلیئر کے کارنامے اور پاکستانی جرنیل کا 'تیرا مجبور کردینا، مرا مجبور ہوجانا' کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے، عبرت کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے۔ جنرل صاحب سے یہ ملاقات ۷جنوری ۲۰۰۲ء میں، اسلام آباد میں ہوتی ہے اور اس کے بعد ۱۲فروری ۲۰۰۲ء کو وہ کشمیر کی جنگ آزادی سے دست برداری کا اعلان فرما دیتے ہیں۔الیسٹیر کیمپبل لکھتا ہے کہ:

> بلیئر کا پہلا قدم یہ ہونا تھا کہ مشرف دہشت گرد گروہوں کے ساتھ سخت ہو جائے۔بلیئر نے مشرف سے کہا کہ مذاکرات شروع ہونے کے لیے دہشت گردی کی حمایت ختم ہونی چاہیے۔ مشرف نے حیران ہوکر دیکھا۔بلیئر نے کہا: یہ اس لیے ٹھیک نہیں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی حکومت دہشت گردی کی حمایت کر رہی ہے۔ ہم نے اسے سمجھایا کہ اس کے لیے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر یہ کہے کہ وہ دہشت گردی کی ہر شکل کا مخالف ہے۔ ہم نے اسے اس پر قائل کرلیا کہ کشمیر کے بارے میں وہاں ہونے والی جدوجہد کو جنگِ آزادی نہ کہا جائے۔ اس لیے کہ یہ ہم اور امریکی راے عامہ نہیں سمجھیں گے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اسے ایک مقامی جدوجہد کہا جائے۔ ہمیں اس پر بہت وقت خرچ کرنا پڑا لیکن بالآخر وہ مان گیا۔ (The Blair Years، ص ۵۹۹)

امریکا کی نام نہاد 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' ہو یا پاکستان کی کشمیر پالیسی، نیز بھارت کے ساتھ پاکستان کے تعلقات اور دوستی کی پینگیں ـــــ سب کچھ امریکا کے اشارۂ چشم و ابرو پر ہوا لیکن الفاظ و معانی اپنا مفہوم کھو چکے ہیں۔ بقول جنرل صاحب یہ سب 'قومی مفاد میں ہوا'، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف جو فوجی آپریشن ہوا وہ بھی امریکا اور اس کے حواریوں کے مطالبات اور مغربی میڈیا اور خود پاکستان میں لبرل قیادت کے شوروغوغا اور اس کی سرخیل

محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہہ پر ہوا۔ صدر بش' گورڈن براؤن (برطانوی وزیراعظم) آسٹریلیا کے وزیراعظم اور خود بے نظیر صاحبہ نے باقاعدہ اس اقدام کی تحسین فرمائی اور معصوم بچوں اور بچیوں کے کشت و خون اور مدرسے کی مسماری پر مبارک باد کے پیغامات بھیجے۔ اب اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ امریکا نے ایکشن سے ایک دن پہلے باقاعدہ ہدایات جاری کیں' اس فرق کے ساتھ ان کا مطالبہ تھا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے مکینوں کو گرفتار کیا جائے' جب کہ جنرل پرویز مشرف کی حکمت عملی یہ تھی ان کو نیست و نابود کیا جائے' بلکہ جامعہ حفصہ کو بھی اس طرح مسمار کیا جائے کہ بقول چیف جسٹس آف پاکستان اس آپریشن کے بارے میں ساری معلومات اور شہادتیں بھی ختم ہو جائیں۔ امریکی ہدایات ریکارڈ کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ ۹ جولائی ۲۰۰۷ء کے The Nation کے مطابق فوجی ایکشن سے ایک دن قبل (واضح رہے کہ یہی وہ دن ہے جب مصالحت کی کوششیں اپنے عروج پر تھیں' معاملات طے ہو رہے تھے کہ ان کو سبوتاژ کر دیا گیا) یہ ہدایات نازل ہوئیں:

> امریکا نہیں چاہتا کہ ان درجنوں خطرناک جنگجوؤں کو جو لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں ہیں' محفوظ راستہ دیا جائے بلکہ سخت اقدام چاہتا ہے تاکہ وہ گرفتار ہوں۔ بش انتظامیہ کا پیغام یہ تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی کے مطالبے کے مطابق مسجد خالی کرنے اور لڑکیوں کے متصل مدرسے کو خالی کرنے کی شرط پر جنگجوؤں کو محفوظ راستہ نہ دیا جائے...... واشنگٹن کو ان جنگجوؤں کو ہلاک کرنے کے مقابلے میں گرفتار کرنے میں زیادہ دل چسپی تھی' اس لیے کہ اسے یقین تھا کہ ان سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اہم سراغ ملیں گے...... انھوں نے کہا کہ امریکا کے اعلیٰ سیکورٹی اہل کار پاکستانی دارالحکومت کے واقعات کو مانٹیر کر رہے تھے اور اپنی حکومت کو باقاعدگی سے تازہ اطلاعات پہنچا رہے تھے۔

اسی طرح جنوبی اور شمالی وزیرستان میں جو امن معاہدہ ہوا اس سے امریکا سخت ناخوش تھا۔ اس نے اپنا سارا اثر و رسوخ اور بازو مروڑنے (arm-twisting) کے حربے استعمال کر کے شمالی وزیرستان اور اس سے بڑھ کر صوبہ سرحد کے چند اہم مقامات خصوصیت سے سوات' بنوں اور دوسرے علاقوں میں فوج بھیجنے کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈالا اور بالآخر اس علاقے میں ایک بار پھر

خون ریزی اور تصادم کا سماں پیدا کر دیا۔ واشنگٹن سے ڈان کے نمایندے کی ۱۶ جولائی کی رپورٹ قابلِ غور ہے:

> امریکا کے قومی سلامتی کے مشیر نے بتایا کہ امریکا پاکستان کو وہ تمام آلات فراہم کرے گا جن کی انھیں صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں جنگجوؤں کے لیے ایک مجوزہ کریک ڈاؤن کے لیے ضرورت ہوگی۔ اسٹیفن ہیڈلے نے اے بی سی نیوز کو بتایا کہ جنرل مشرف نے قبائلی علاقوں میں مزید افواج بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے اور امریکا اس اقدام کی مکمل حمایت کرتا ہے۔ ہمیں اس ملک کو اس حالت میں لانا ہے جہاں اس کے پاس دہشت گردی کے اس خطرے سے نمٹنے کے لیے تمام ضروری آلات ہوں، جو بدقسمتی سے ہمارے ساتھ طویل مدت تک رہے گا۔

بھارت کے جریدے فرنٹ لائن نے اپنی ۱۰ اگست ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں پاکستان پر تفصیلی کور اسٹوری شائع کی ہے جس میں جان شیریں (John Cherian) نے اپنے دو مضامین میں حالات کی یوں عکاسی کی ہے:

> جب انھیں یاد دلایا گیا کہ قبائلی سرداروں نے گذشتہ سال ستمبر کا معاہدہ ختم کر دیا ہے تو انھوں نے کہا کہ معاہدے نے اس طرح کام نہیں کیا جس طرح صدر مشرف چاہتے تھے، بلکہ اس طرح بھی نہیں کیا جس طرح ہم چاہتے تھے۔ اس ہفتے کے آغاز میں امریکی اسسٹنٹ سیکرٹری رچرڈ باؤچر نے کانگریس کو بتایا کہ امریکا قبائلی پٹی اور سرحد کی نگرانی کے لیے پاکستانی فوج کو ہر مہینے ۱۰۰ ملین ڈالر ادا کرتا ہے۔

> اگر امریکی احکام پر عمل کیا جائے تو پاکستانی فوج افغانستان سے متصل اپنے سرحدی علاقے میں پشتون قبائل کے ساتھ عملاً حالتِ جنگ میں ہوگی......

> امریکی میڈیا کی حالیہ رپورٹوں کے مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد بش انتظامیہ نے پاکستان پر دباؤ ڈال کر اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مشرف کو بتایا گیا کہ اگر اس نے طالبان کی حمایت ترک نہ کی تو واشنگٹن بم باری کر کے پاکستان کو پتھر کے دور میں پہنچا سکتا ہے، اور نئی دہلی کو اشارہ کرے گا کہ پاکستانی کشمیر کے متنازع علاقے پر قبضہ کر لے۔

پاکستانی صدر پرویز مشرف کی حالیہ پریشانیوں کی بڑی وجہ پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان کا احیا ہے۔ امریکا اور ناٹو کی افواج کی طالبان کو شکست دینے میں ناکامی نے پاکستان میں اس کے حامیوں کا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔ بش انتظامیہ کو سیاسی طور پر یہ مناسب لگتا ہے کہ طالبان اور اس کے عسکری حلیفوں کو افغان سرحدی علاقوں میں قابو کرنے کے لیے کافی کچھ نہ کرنے کے الزام پاکستان پر رکھ دے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان کے احیا کی حقیقی ذمہ داری واشنگٹن اور اس کے حلیفوں پر ہے۔

بش انتظامیہ حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ قبائلی علاقوں میں پھر بھرپور حملہ کرے۔ اپنے علانیہ بیانات میں سینئر امریکی اہل کار کہہ چکے ہیں کہ اگر پاکستانی فوج آگے بڑھ کر اقدام نہیں کرتی تو امریکا خود اقدام کرسکتا ہے۔ ماضی میں کئی موقعوں پر امریکی فضائیہ نے القاعدہ کے اہداف کو پاکستانی حدود میں نشانہ بنایا ہے۔ امریکی اسپیشل فورسز بھی محدود پیمانے پر آپریشن کر رہی ہیں۔

امریکی مداخلت کی تازہ ترین مثال مشرف بے نظیر مفاہمت کی کوششیں اور اس کے لیے کی جانے والی طرح طرح کی سازشیں ہیں۔ ایمرجنسی کی بات اور پھر امریکی وزیرخارجہ کی مداخلت اس کی تازہ ترین نظیر ہیں۔ نیویارک ٹائمز ۱۱ اگست ۲۰۰۷ء کے اداریے میں امریکا کے کردار کو یوں بیان کرتا ہے:

وزیرخارجہ کونڈولیزا رائس نے جمعرات کی رات کو ۲ بجے صدر مشرف کو فون کر کے ایک سیاسی طوفان کو دُور کرنے میں مدد دی، اور پارلیمنٹ کو معطل کرنے، عدالتوں کو بے اختیار کرنے، مظاہروں پر پابندی لگانے اور اس کے لیے ایک نئی صدارتی مدت کے سلسلے میں بات کی۔

لیکن یہ بحران شاید صرف ملتوی ہوا ہے۔ آٹھ سال کی مطلق العنان حکومت اور عہدشکنیوں کے بعد مشرف نے وہ حمایت کھو دی ہے جو اسے عام پاکستانیوں میں، تعلیم یافتہ پروفیشنل طبقے میں، حتیٰ کہ ساتھی فوجی افسروں میں کبھی حاصل تھی۔ مشرف کو صرف یہ بتانا کہ وہ مزید اختیارات حاصل نہ کرے کافی نہیں۔ واشنگٹن کو اسے یہ بتانا چاہیے کہ

تاخیر ہونے سے قبل مذاکرات کے ذریعے جمہوریت کی طرف جلد واپس ہونا چاہیے۔ واضح رہے کہ یہاں جمہوریت کے معنی امریکا کی پسندیدہ قیادت کو برسرِ اقتدار لانا ہے' ورنہ سب کو معلوم ہے کہ امریکا کو جمہوریت کا کتنا پاس ہے۔

اثرات و نتائج

اس دل خراش داستان کی کوئی انتہا نہیں۔ ہم نے صرف چند دستاویزاتی شہادتیں پیش کی ہیں تاکہ 'قومی مفاد' کی بات کرنے والوں کا اصل چہرہ سامنے آسکے۔ امریکا کے ایجنڈے کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے قوم' پارلیمنٹ' حتیٰ کہ کابینہ اور دفتر خارجہ تک کو نظرانداز کر کے وحدت اقتدار (unity of command) کے نام پر خارجہ پالیسی کا جو تیاپانچہ کیا ہے' اس سے ملک اور اُمت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس کے چند اہم پہلوؤں کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱- صدر بش کی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' نہ بین الاقوامی قانون کے اعتبار سے جنگ ہے اور نہ اس کا ہدف حقیقی دہشت گردی ہے۔ اس لیے کہ دہشت گردی کا تو سب سے زیادہ ارتکاب خود امریکا نے کیا ہے یا اس کے حلیفِ خاص اسرائیل اور پھر بھارت نے۔ اس وقت خود امریکی اور یورپی اہلِ علم 'وار آن ٹیررزم' کے پورے paradigm کو چیلنج کر رہے ہیں' اور صاف کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا لفظ صرف اس لیے استعمال کیا جا رہا ہے کہ سویلین افراد کو محارب (combatant) قرار دے کر قانون سے بالا بالا ختم کیا جاسکے۔ ان کے بقول جن پر دہشت گردی کا شبہہ ہو جب تک الزام عدالت کے نظام کے تحت ثابت نہ ہو' انھیں دہشت گرد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور جو فی الحقیقت دہشت گرد ہیں وہ بھی محارب نہیں صرف 'مجرم' (criminal) ہیں اور ایک مجرم کو جرم کی حد تک قانون کے عام پروسس کے ذریعے ہی سزا دی جاسکتی ہے۔ 'وار آن ٹیررزم' ایک قانونی فراڈ ہے اور جنرل پرویز مشرف صدر بش کے ساتھ اس فراڈ میں' جو اب انسانیت کے خلاف ایک سنگین جرم (crime against humanity) بن چکا ہے' شریک ہیں اور پاکستانی فوج کو اس نے اس میں ملوث کر کے پاکستانی فوج اور پاکستانی قوم دونوں کو سخت

عذاب میں مبتلا کردیا ہے۔ یہاں تو یہ ہورہا ہے' جب کہ دنیا کی سوچ اب اس طرح بدل رہی ہے کہ برطانیہ کے نئے وزیراعظم گارڈن براؤن نے دو ہفتے قبل یہ ہدایت جاری کی ہے کہ آیندہ کوئی برطانوی وزیر اسے 'وار آن ٹیرر' نہ کہے۔

۲- پاکستان کی کشمیر پالیسی کو یک سر بدل کر اور تحریک حریت کشمیر سے غداری کر کے پاکستان کے اسٹرے ٹیجک مفادات پر ضرب کاری لگائی ہے اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کشمیر کے عوام کو پاکستان سے مایوس اور بددل کر کے نہ صرف ۵ لاکھ شہیدوں کے خون سے بے وفائی کی ہے بلکہ جموں و کشمیر کے ڈیڑھ کروڑ انسانوں کو بھارت کے استبداد کا نشانہ بننے اور ان کی زندگی کو جہنّم بنانے کا سامان کیا ہے۔ اس کے جو دُور رس اثرات خود پاکستان کی سلامتی' معاشی خودانحصاری اور نظریاتی تشخص پر پڑیں گے دل ہلا دینے والے ہیں۔

۳- بھارت سے دوستی کے سراب کے تعاقب میں بھارت کی طرف سے تمام خطرات کو نظرانداز کردیا ہے جو وہ پاکستان اور اس پورے علاقے کے لیے پیدا کر رہا ہے۔ یہاں بھارت اور امریکا کی اسٹرے ٹیجک پارٹنر اور ایٹمی سمجھوتے کی وجہ سے جو مسائل اور خطرات پاکستان' چین' ایران کو پیش آنے والے ہیں' ان سے آنکھیں بند کرلینا اپنے اندر بڑے مہلک امکانات رکھتا ہے۔ ان سارے پہلوؤں کا جنرل پرویز مشرف کی خارجہ پالیسی میں کوئی شعور نظر نہیں آتا۔

۴- افغانستان میں جو آگ لگی ہوئی ہے' بلاشبہہ اس کی اوّلین ذمہ داری امریکا اور ناٹو کی فوجوں پر ہے لیکن پاکستان بھی اس ذمہ داری میں شریک ہے' اور یہی وجہ ہے افغان عوام پاکستان سے دُور سے دُور تر ہوتے جارہے ہیں۔ شمالی اتحاد تو اوّل روز سے پاکستان کے خلاف اور بھارت کا حلیف اور آلۂ کار تھا لیکن وہ تمام قوتیں جو پاکستان کے لیے محبت' ہمدردی اور احسان مندی کے جذبات رکھتی تھیں' وہ بھی نائن الیون کے بعد ہم سے نالاں اور دُور ہوگئی ہیں۔ یہ دُوری اب بداعتمادی اور نفرت کی سرحدوں کو چھو رہی ہے۔ ہم نے اپنے دوستوں کو دشمن بنالیا اور دشمن اور زیادہ شیر ہوگیا۔ نیز افغانستان میں بھارت نے بڑی مضبوطی اور عیاری سے اپنے قدم جمالیے ہیں جن کا ہدف بالآخر پاکستان ہے۔ بلوچستان میں اس کے اثرات نظر آنا بھی شروع ہوگئے ہیں۔

۵- ہم اسے تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ چین اور ایران میں بھی اب

پاکستان کے لیے وہ گرم جوشی نہیں جو ایک تاریخی حقیقت اور ہمارا بڑا قیمتی اثاثہ تھی۔ آج ہمارے تمام ہمسایہ ملک پہلے کے مقابلے میں ہم سے دُور اور شاکی ہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے ایک تباہ کن خارجہ پالیسی کا جو امریکا کے مفاد میں ہے یا اس کا فائدہ ذاتی طور پر گنے چنے افراد کو پہنچ رہا ہے۔

۶- دینی اور تہذیبی اعتبار سے بھی یہ سودا بڑے خسارے کا سودا ہے۔ مسلم معاشرے کو محض امریکا کو خوش کرنے کے لیے لبرل اور انتہاپسند طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کو باہم تصادم کے راستے پر ڈالا جارہا ہے۔ سیاسی مسائل کو ننگی قوت کے ذریعے حل کرنے کی احمقانہ پالیسی پر بگ ٹٹ دوڑ لگی ہوئی ہے۔ دینی مدارس اور دینی تعلیم کو ہدف بنایا جارہا ہے جس سے معاشرے میں تصادم اور تشدد پرستی کا رجحان فروغ پارہا ہے۔ قوم اور اس کے حکمرانوں کے درمیان جنگ کی کیفیت ہے جو سیاسی اور تہذیبی عدم استحکام کی طرف لے جارہی ہے۔

۷- اس پالیسی کا ایک اور بڑا ہی نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ قوم اور فوج میں نہ صرف مغائرت پیدا ہوئی ہے بلکہ یہ بے اعتمادی اب نفرت کو جنم دے رہی ہے۔ وہ فوج جسے قوم اپنی آنکھ کا تارا قرار دیتی ہے اور جس پر عقیدت اور محبت کے پھول نچھاور کرتی تھی آج وہ عوام کے غصے کا نشانہ بنتی جارہی ہے۔ اس سے بڑا سانحہ کیا ہوگا کہ ۲۹ جولائی کے اخبارات میں وزارتِ داخلہ کی یہ ہدایت شائع ہوئی ہے اور ہماری اطلاع ہے کہ فوجی ذرائع نے بھی اپنے اپنے گیریژن کو ایسی ہی ہدایات دی ہیں، حتیٰ کہ جنرل پرویز مشرف سے بھی یہ بات منسوب کی جارہی ہے کہ انھوں نے ہدایت کی ہے کہ فوجی افسر اور جوان بسوں میں، بستیوں میں اپنی وردی میں نہ گھومیں کہ ان پر حملوں کا خطرہ ہے۔

ڈیلی ٹائمز میں ۲۹ جولائی کو اس سرخی کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ: ''فوجی اور قانون نافذ کرنے والے اہل کاروں کو عوام میں وردی پہن کر جانے سے متنبہ کیا گیا ہے''۔ خبر کا صرف یہ جملہ سرپیٹ لینے کے لیے کافی ہے کہ: ''وزارتِ داخلہ نے پاکستانی فوج، فرنٹیئر کانسٹیبلری، الائیٹ فورس، اینٹی رائٹ فورس، پنجاب کانسٹیبلری اور پنجاب رینجرز کے افسران اور سپاہیوں کو متنبہ کیا ہے کہ پبلک مقامات پر وردی میں نہ آئیں اور نہ نجی گاڑی وردی میں چلائیں''۔ انا للّٰہ وانا الیہ رٰجعون

سپریم کورٹ کے محترم جج جناب جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے جو ۲۰ جولائی کے فیصلے سے

عالمی شہرت حاصل کر چکے ہیں اور جن کی رائے کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، انھوں نے ناروے میں وہاں کے وزیرخارجہ کی موجودگی میں پاکستانی قوم کے جذبات اور احساسات کی کتنی سچّی ترجمانی کی ہے:

> پاکستان مغرب کے مفادات کے لیے لڑ رہا ہے مگر اس سب کے باوجود شرمندگی کا سامنا ہے۔ وہ دوست جن کے لیے ہم یہ سب کر رہے ہیں، ہمیں دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ ایک سفارت کار نہیں بلکہ ایک جج ہیں لیکن پھر بھی وہ یہ کہیں گے کہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بہت کچھ قربانی دی ہے اور اب بھی دے رہا ہے مگر اس کی قدر نہیں کی جارہی۔

جنرل صاحب کے وردی سے چمٹے رہنے کا حاصل یہ ہے کہ اب یہ وردی محبت کے بجائے نفرت کا اور حفاظت اور آشتی کی جگہ عدم تحفظ کا نشان اور تصادم اور انتقام کی دعوت کی علامت بن گئی ہے۔

جنرل پرویز مشرف کو حقیقی قانونی جواز تو کبھی بھی میسر نہ تھا اور اس کے حصول کا ایک موقع جو ان کو ۱۷ویں ترمیم نے دیا تھا، اسے انھوں نے وردی نہ اتار کر ختم کر دیا۔ ان کی آٹھ سالہ کارکردگی نے ان کی ساکھ (credibility) کو تار تار کر دیا ہے اور رہی ان کی اور فوجی حکمرانی کے نظام کی کارکردگی (competence) تو اس کا بھانڈا بھی اب پھوٹ چکا ہے۔ جولائی کے آخری ہفتے اور اگست کے پہلے ہفتے میں ڈان، ڈان نیوز اور سی این این نے جو سروے کیا ہے، اس کی رو سے پاکستان کے عوام کی عظیم اکثریت (۶۵،۲ فی صد) ان سے نجات پانے کا اعلان کر رہی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ صدارت سے فوراً دست کش ہو جائیں اور ۵۴،۵ فی صد کہتی ہے کہ فوج کا سیاست میں عمل دخل ختم کیا جائے۔ بی بی سی کے سروے میں چھے ناموں میں میاں نواز شریف سب سے اوّل مقام پر آئے ہیں اور مشرف صاحب سب سے آخر میں۔ یہ پاکستان کے عوام کی دل کی آواز ہے اور ہم بڑے دکھ اور کرب کے ساتھ ٹائم میگزین کے تازہ شمارے سے یہ جملہ نقل کر رہے ہیں جو افغانستان کے حالیہ جرگے کے بعد وہاں کے حالات پر مبنی رپورٹ میں درج کیا گیا ہے کہ افغانستان میں 'مشرف' کا نام اب کتوں کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے (ٹائم، ۲۷ اگست ۲۰۰۷ء)۔ جنرل ایوب تو صرف بچوں کی زبان سے یہ لفظ سن کر اقتدار چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا

لیکن روے سخن کسی کی طرف ہوتو روسیاہ؟

آخر میں ہم صرف ایک بات اور کہنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خارجہ پالیسی کے اس تمام ناکامی کی بڑی وجہ ملک میں جمہوریت کا فقدان' فوج کی سیاست میں مداخلت' فردِواحد کی حکمرانی' پارلیمنٹ کے کردار کا فقدان' قومی احتساب کی کمزوری اور عوام کی حکمرانی سے دُوری ہے۔ اداروں کے ذریعے فیصلہ سازی میں بڑا خیر ہے اور جہاں یہ نہ ہو وہاں پالیسی سازی کا وہی حشر ہوتا ہے جو جنرل صاحب کے دورِاقتدار میں پاکستان میں ہوا ہے۔ حالات کی اصلاح کی راہ بھی ایک ہی ہے: یعنی جمہوریت کی بحالی' پارلیمنٹ کی بالادستی' اداروں کے ذریعے پالیسی سازی' حکمرانوں اور ان کی پالیسیوں کا قومی احتساب' اور کسی کے لیے بھی من مانی کرنے کے راستوں کو مسدود کر دینا۔

آیندہ چند مہینے پاکستان کے لیے بڑے اہم ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ قوم اپنا حق حکمرانی غاصبوں سے چھین لے' اور دستور اور قانون کی حقیقی بالادستی کا نظام قائم کرے جس میں ایک طرف لوگوں کو عزت اور انصاف مل سکے تو دوسری طرف ملک کی خارجی اور داخلی پالیسیاں عوام کی مرضی کے مطابق اور ان مقاصد کی روشنی میں تشکیل پاسکیں جن کے لیے پاکستان قائم ہوا تھا۔

بین الاقوامی تسلیم شدہ

قرآن ڈکشنری

از انجینئر عبدالحکیم ملک

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ○ القرآن (٥٤)

"اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے" (القرآن) القمر

قرآن مجید سے کسی بھی موضوع پر رہنمائی حاصل کرنا

اب ہم سب کے لئے نہایت آسان

علوم قرآن کریم پر شہرہ آفاق دستاویز

منشور قرآن

انٹرنیشنل ایڈیشن

مکمل قرآن کریم کے مضامین کا اردو ۔ عربی ۔ انگریزی زبانوں پر مشتمل

انسائیکلوپیڈیا

جسے دنیا بھر کے مسلم و غیر مسلم اصحاب علم و دانش، مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام

اور مذاہب کے سکالرز نے تحقیق و تبویب کے باب میں قابل قدر اضافہ قرار دیا

بین الاقوامی قدر افزائی کی حامل قاموس قرآن

- وزارت مذہبی امور پاکستان سے منظور شدہ
- جامعہ الازہر الشریف قاہرہ (مصر) سے تصدیق شدہ
- کلیساؤں کی عالمی کونسل جنیواء (سوئٹزرلینڈ) سے تسلیم شدہ

ایک نظر میں

قرآن کریم کے 30 پاروں 114 سورتوں 6236 آیات پر مشتمل اپنی نوعیت کا منفرد سہ لسانی اشاریہ

- عربی سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھنے والے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے روح قرآن تک رسائی کے لئے طاقتور کلید
- انگریزی ترجمہ معانی قرآن میں بائبل اور لاطینی کے قدیم و ثقیل الفاظ کو سادہ اور جدید زبان کے ذخیرہ الفاظ سے بدل دیا گیا
- ایک ہی جلد میں 21 کتب پر مشتمل بہترین جامع ریفرنس بک
- 24000 مضامین قرآن تک فوری رسائی کے لئے اردو، عربی، انگریزی ابجدی انڈکس
- قرآن کریم کی کسی بھی آیت کی تلاش کیلئے جدول

مطالعہ قرآن پر ایک جہان نما کتاب

ہمہ قسم فقہی تعصب اور مذہبی فرقہ واریت سے پاک ایک منفرد کاوش

انٹرنیشنل سٹینڈرڈ بک نمبر ISBN 969-8341-05-6

امریکی کانگریس لائبریری کیٹلاگ نمبر LCC-2005-309-688

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن پاکستان

206- میٹرو پلازہ ۔ ملتان کینٹ، پوسٹ کوڈ 60000 پاکستان

IRF

(تعلیمی اور سماجی بہبود کے لئے سرگرم وقف غیر سرکاری ادارہ)

برطانیہ ۔ کینیڈا ۔ امریکہ ۔ ناروے ۔ فرانس

موبائل 0992-321-686-2303 0092-300-9630-882 ای میل Irfpak@hotmail.com info@irfpak.org

ویب سائیٹ : http://www.irfpak.org

اسٹاکسٹ: منشورات، منصورہ، ملتان روڈ لاہور ۔ فون: 042-5434909

آفاتِ سماوی: ہماری غفلت اور عدم کارکردگی

پروفیسر خورشید احمد

طوفانِ بادوباراں' سیلاب' زلزلے اور اسی نوعیت کی آفاتِ سماوی و ارضی نظامِ قدرت کا ایک حصہ اور تاریخ کا منقطع نہ ہونے والا عمل ہے۔ یہ ایک ہمہ گیر طبیعی عمل اور نظام کی پیداوار ہیں' ان کا تعلق انسان کی ان سرگرمیوں سے بھی ہے جو قدرت کے نظام میں دراندازیاں کر رہی ہیں جنھیں عالمی حدت (global warming) اور ماحولیاتی مداخلت (ecological intervention) کا نام دیا جا رہا ہے' اور ان کے پیچھے اخلاقی اور تہذیبی عوامل کی بھی کارفرمائی ہے لیکن جو پہلو سب سے زیادہ غوروفکر کا مستحق ہے اس کا تعلق پیش بندی اور اصلاحِ احوال سے ہے جو ایمان' عقل اور تاریخی تجربات کا تقاضا ہیں۔

پاکستان کے حکمران اور پاکستانی قوم اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت کی مرتکب ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے ملک کو ہلا کر رکھ دیا لیکن قدرتی آفات کے نتائج اور تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لیے جو نظام National Crisis Management Authority کی شکل میں قائم کیا گیا ہے' اس کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہی نہیں' مجرمانہ حد تک ناکارہ رہی ہے۔ دو سال ہونے کو آ رہے ہیں لیکن زلزلے کے متاثرین کا ایک بڑا حصّہ کسی نہ کسی طرح اب تک اس تباہی کے چنگل سے نکل نہیں سکا۔

اس سال جون کے آخر سے سیلاب اور بارشوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس کے نتیجے میں ان دو ماہ میں ملک کے بڑے حصّے' خصوصیت سے بلوچستان' سندھ اور صوبہ سرحد کے بالائی علاقوں

میں بڑے پیمانے پر تباہی مچی ہوئی ہے۔ سرکاری سطح پر خوش کن اعلانات کے باوجود آزاد ذرائع سے جو معلومات حاصل ہو رہی ہیں اور ملکی اور غیرملکی میڈیا نے جو رپورٹیں دی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ نقصان بہت ہی وسیع پیمانے پر ہوا ہے اور ریلیف کا کام ہر اعتبار سے غیرتسلی بخش ہے۔ فوج اور نجی خدمتی اداروں نے غیرمعمولی محنت کر کے متاثرہ علاقوں کے لوگوں کی مدد کی ہے مگر عام انتظامی مشینری بالکل ناکام ہوگئی ہے ___ اور یہی وہ پہلو ہے جو فوری توجہ کا مستحق ہے۔

سیلاب اور بارشوں کی تباہی کا اب تک کوئی مکمل اور معتبر جائزہ سامنے نہیں آیا ہے۔ سرکاری اور غیرسرکاری رپورٹوں اور سینیٹ اور قومی اسمبلی میں بحث سے جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ بڑی دل خراش اور اندوہناک ہے۔ ان دو مہینوں میں ان آفاتِ سماوی کی وجہ سے ۳۲۵ افراد کے ہلاک ہونے اور مزید ۲۲۴ کے لاپتا ہونے کا اندازہ ہے، یعنی ۵۵۰ جانیں تلف ہوگئی ہیں۔ ۸۰ ہزار سے ایک لاکھ گھروں کے مکمل طور پر تباہ ہونے یا ناقابلِ رہایش ہوجانے اور ۲۵ لاکھ سے زیادہ افراد کے بےگھر ہونے کی اطلاع ہے۔ دو مہینے گزر جانے کے باوجود بھی ہزاروں افراد ابھی تک مختلف علاقوں میں خصوصیت سے بلوچستان میں چھت یا خیمے کی سہولت سے محروم ہیں۔ ۵ ہزار کلومیٹر سے زیادہ سڑکیں بشمول بلوچستان کی کوسٹل ہائی وے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہیں۔ ۲ لاکھ ہیکٹر سے زیادہ زرعی زمین اور ان پر موجود فصلیں تباہ ہوئی ہیں اور بلوچستان کے تعلیمی اداروں کا ۲۰ فی صد اور سندھ کے تعلیمی اداروں کا ۱۰ فی صد ناقابل استعمال ہوگیا ہے۔ مجموعی مالی خسارے کا اندازہ ۹۰ سے ۱۵۰ ارب روپے کا ہے۔ ان حالات میں جنرل پرویز مشرف نے بلوچستان میں متاثرہ ہر خاندان کو ۱۵ ہزار روپے کی سرکاری مدد کی پیش کش کر کے ان کے زخموں پر نمک تو چھڑکا ہے مگر ان کے دکھوں کی تلافی کا کوئی سامان نہیں کیا۔

یہ صورت حال بڑی سنگین ہے۔ یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور اس کے حل کے لیے جنگی بنیادوں پر ریلیف اور آبادکاری (rehabilitation) کا نقشۂ کار بلاتاخیر بنانے کی ضرورت ہے۔ یہ حکومت اور اپوزیشن کی آویزش، مرکز اور صوبوں میں کش مکش یا ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کا موقع نہیں بلکہ پورے ملک کے وسائل کو متاثرہ علاقوں کے لوگوں کی فوری مدد اور مستقل آبادکاری میں جھونک دینے کا وقت ہے۔ البتہ چند بنیادی سوالات ہیں جن پر حکومت اور پارلیمنٹ کو پوری سنجیدگی

سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک کے لیے ان آفات کا مقابلہ کرنے کے لیے مستقل حکمت عملی اور مؤثر نظامِ کار وضع کیا جاسکے۔

● **مجوزہ اقدامات:** ۱- آج انسانی علم اور ٹکنالوجی نے اس بارے میں غیر معمولی صلاحیت پیدا کرلی ہے جس کے ذریعے قدرتی عوامل کو مانیٹر کیا جائے اور متوقع حادثات سے آبادیوں کو بروقت مطلع اور متنبہ کیا جاسکے۔ ہمارا یہ نظام نہایت ناقص ہے اور جو نظام ہے بھی' اس کی کارکردگی بے حد غیر تسلی بخش ہے۔ اس پورے نظام کو مؤثر بنانے اور اطلاعات کی بروقت ترسیل کو ممکن بنانے کو اوّلیت دینے کی ضرورت ہے۔

۲- دوسری چیز مرکز سے لے کر صوبے' ضلع' تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر آفاتِ سماوی کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب نظامِ کار وضع کرنا' اس کے لیے مستقل اور والنٹیر کور تیار کرنا ہے۔ تعلیمی اداروں میں ہر طالب علم کو اس کی تربیت دینے کی ضرورت ہے اور ایک مستقل ریلیف کور ہر علاقے میں موجود رہنی چاہیے۔ اسی طرح ایسی آفات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال سے نمٹنے کے لیے جن آلات اور وسائل کار کی ضرورت ہے وہ ہر علاقے میں موجود ہونے چاہییں۔ یہ وہ کام ہے جسے اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے بعد پوری تندہی سے پورے ملک میں کرلینا چاہیے تھا لیکن افسوس کہ اس سلسلے میں عملی پیش رفت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اُس وقت ایک خطیر رقم کے اعلان کے ساتھ ایک قومی والنٹیر کور کا بھی بڑے طمطراق سے اعلان ہوا تھا مگر جولائی اگست کے ان لمحات میں ان کا کہیں کوئی وجود نظر نہیں آیا۔

۳- تیسری چیز بارشوں اور سیلاب کے پانی کو محفوظ کرنے کے مستقل انتظامات سے متعلق ہے جس پر ۵۰ سال سے بحث ہورہی ہے لیکن کوئی قابلِ عمل اسکیم نہیں بن پارہی۔ بڑے ڈیموں کی بات ہوتی ہے مگر وہ تو تکار کی نذر ہوجاتی ہے۔ چھوٹے اور متوسط ڈیموں کی ضرورت بیان کی جاتی ہے مگر کوئی ملک گیر منصوبہ نہیں بن پاتا۔ آخر کب تک ہم ان بحثوں میں وقت ضائع کریں گے؟

۴- شہروں اور قصبات میں نکاسیِ آب کے مستقل انتظام کا مسئلہ ہے۔ ملک کے تمام ہی علاقوں میں صاف پانی کی فراہمی کا مسئلہ ہے۔ دریاؤں پر ایسے پشتے بنانے کا سوال ہے جن سے نشیبی علاقوں میں آباد بستیوں کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچایا جاسکتا ہو۔ دنیا بھر میں انسانوں نے

اپنی حفاظت بہتر زندگی کی ضمانت اور معیشت کی ترقی کے لیے ہزارہا کامیاب تجربات کیے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اور ہماری قیادت ان کی طرف توجہ نہیں دیتی اور صرف نمایشی کاموں کے ذریعے امیج درست کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔

۵- اس بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ بہت سے منصوبے غلط حکمت عملی یا بددیانتی کی وجہ سے رحمت کے بجاے مصیبت کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ بلوچستان کے میرانی ڈیم کی ناقص منصوبہ بندی اور اربوں روپے کی کرپشن کی وجہ سے انفراسٹرکچر سے متعلّق منصوبوں کی خام کاری نے بھی آفاتِ سماوی کی تباہ کاریوں کو دوچند کر دیا ہے۔ یہ تمام معاملات فوری توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔

۶- ان بنیادوں اور دُوررس اقدامات کے ساتھ فوری ریلیف اور متاثرہ افراد کی جلدازجلد آبادکاری کا مسئلہ ہے جس کے لیے مرکز کو اپنے وسائل سے اور عالمی اداروں کے تعاون سے ضروری اقدامات کرنے چاہییں۔

۷- متاثرہ علاقوں کو آفت زدہ علاقے قرار دے کر ٹیکس، آبیانہ، قرضوں کی واپسی، بجلی اور گیس کی ادائیگیوں سے چھوٹ اور ضروریاتِ زندگی کی فوری فرہمی کا اہتمام ضروری ہے۔ اس کام میں مرکز اور صوبوں کو تو اپنے وسائل استعمال کرنے ہی چاہییں لیکن ملک کے ہر حصّے میں بسنے والے اور بیرون ملک پاکستانی متمول افراد کا فرض ہے کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں اور بہنوں کی دل کھول کر مدد کریں۔ نجی شعبے میں کام کرنے والی رفاہی تنظیموں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن ضرورت موجودہ فراہم کردہ سہولتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے یہ سارا کام خدمتِ خلق کے جذبے سے حکومت اور عوام کو مل کر انجام دینا چاہیے۔

رمضان کے مبارک مہینے کی آمد آمد ہے۔ یہ نیکیوں کا مہینہ ہے اور انسانوں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ان کی مشکلات کو دُور کرنے کا زریں موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری اُمت مسلمہ کو مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے اور ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

اسٹاک مارکٹس کا عالمی بحران

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف

۹ اور ۱۰ اگست ۲۰۰۷ء اسٹاک مارکٹس کی تاریخ کے یادگار دن رہیں گے کیونکہ ۹ اگست سے نیویارک اسٹاک ایکسچینج میں شیئرز کی قیمتیں دھڑا دھڑ گرنا شروع ہوئیں۔ پھر یہ وبا جاپان، جنوب ایشیا سے ہوتی ہوئی سارے یورپ میں جنگل کی آگ سے بھی زیادہ تیزرفتاری سے پھیل گئی۔ ہر جگہ مرکزی بنک نے کئی کئی بلین ڈالر سے مارکٹوں کو غرق ـــــ ہاں، ہر معنی میں غرق کردیا مگر یہ گراوٹ نہ رُکنی تھی اور نہ رُکی۔ ۱۰ اگست اس اعتبار سے اسٹاک مارکٹس کی تاریخ کا تاریک ترین دن تھا کہ اُس دن صرف مرکزی بنکوں نے مارکٹوں کو کئی کئی سو بلین ڈالروں سے 'غرق' کیا۔ یہاں تک کہ وہ ان معنوں میں ناکام ہوگئیں کہ ان کے احتیاطی ذخیروں (reserves) کو یہ نہ تھمنے والا طوفان بہا لے گیا۔ پھر کیا ہوتا؟

ہوا وہی جو ہونا تھا۔ ان مرکزی بنکوں کے عالمی بنک، یعنی آئی ایم ایف (international monetary fund) کو تھک ہار کر مداخلت کرنا پڑی۔ وہ اس طرح کہ اس فنڈ نے ان مرکزی بنکوں کو ان کے حقوق سمیت drawing rights کو استعمال کرنے کا حکم دے کر ان کے حسابات میں اتنے بلین ڈالر کا اضافہ کریڈٹ کردیا۔ پھر وہ ان نئے کئی کئی بلین ڈالر لے کر اپنے اپنے قومی مارکیٹوں میں ڈالر کی بارشیں کرنے لگے مگر نتیجہ کچھ حوصلہ افزا نہیں رہا۔ صورتِ حال بڑی گمبھیر حد تک بحرانی ہی رہی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی ۳۰، ۴۰ برسوں میں پہلی بار آئی ایم ایف نے عالمی پیمانے پر عالمی بحران پر قابو پانے کے لیے مداخلت کی ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی نظیر (precedence) یاد

نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ اس کا سبب یہ خوف ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت کی سب سے بڑی سرمایہ کاری کی مارکیٹ ___ مکانوں، عمارتوں اور زمینوں کے رہن کی مارکیٹ ___ ڈوبنے پر اس لیے تلی ہوئی ہے کہ افراد اور کمپنیاں کئی ٹریلین ڈالر کے قرض سے ذاتی یا کاروباری مقاصد کے لیے خریدے ہوے مکانوں، عمارتوں اور زمینوں کی قیمتوں کی ماہوار اقساط ادا کرنے سے عاجز ہو چکی ہے۔ ہے نا یہ ایک حیران کن اور محیر عقل بات!

یہ بات عام آدمیوں کی عقل سے باہر ہے کہ امریکا جیسے ملک کے شہریوں اور کمپنیوں کے پاس اتنا نقد پیسہ (liquid money) نہ ہو کہ وہ ان چھوٹی سی ماہوار اقساط کو ادا کرنے سے عاجز آجائیں جو اس رقم کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہے جو ان کو ۱۵، ۲۰، ۲۵ برس پر ادا کی جانے والی قسطوں کی شکل میں ادا کرنا ہے؟ کیا یہ عام امریکی شہری آبادی، اس کی کئی کئی بلین ڈالر کی قیمت کی کمپنیوں اور پوری امریکی معیشت اور امریکی قوم کی افلاس کی علامت بلکہ اعلان نہیں ہے؟

اگر ایسا ہے، اور ایسا ہی حقیقت میں ہے تو اس کی تفصیل جاننے کی ضرورت ہے۔

● **بحران کا حقیقی سبب:** نائن الیون کے بعد امریکا غرور اور بدحواسی میں ہوش کھو بیٹھا۔ اس نے پہلے افغانستان اور پھر عراق پر تابڑ توڑ حملے کر کے دونوں ملکوں پر فوجی قبضہ کر لیا مگر مقامی آبادیوں کی شدید جنگی اور فوجی مزاحمت اور جوابی کارروائیوں اور عالمی پیمانے پر دہشت گرد نادیدہ بھوت (invisible terror ghost) سے اعلانِ جنگ کرنے اور خود اندرونِ امریکا متوقع حملوں کو روکنے کے لیے جو بے تحاشا اخراجات مسلسل کرنے پڑے اور کرنا پڑ رہے ہیں، اس نے امریکی معیشت اور مال کے بہت بڑے سمندر ___ ہاں، سمندر ___ یا کم از کم اس کے ایک معتد بہ حصے کو خشک کر دیا ہے۔ خصوصاً اندرونی امن و امان کا وہ ادارہ جو سوویت بلاک کی جاں گسل کش مکش میں بھی وجود پذیر نہ ہوا تھا اور نہ کئی سو بلین ڈالر کے اخراجات کا سبب بنا تھا۔ علاوہ ازیں سوویت امریکی کش مکش کے زمانے میں افغانستان اور عراق جیسے محاذ بہت زیادہ اور بے تکے اخراجات کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔ اس پر مستزاد ان فوجی اخراجات کا اب تک جاری رہنا اور امتدادِ زمانہ سے ان میں مسلسل اضافہ ہی ہونا ہے، جو سوویت امریکی کش مکش کے زمانے سے چلے آرہے ہیں، جب کہ وہ خطرہ زائل ہو چکا ہے اور فریق مدمقابل یکسر اُن موہوم (fictional)

اخراجات سے نجات پاکر انھی اموال کو اپنی اقتصادیات کو قوی کرنے میں لگا رہا ہے۔

● **نتائج و اثرات**: امریکی بجٹ بھیانک بلکہ ناقابل برداشت قرضوں کے بوجھ تلے کچلا گیا۔ ڈالر کی قیمت میں زبردست کمی ہوتی رہی اور بیرونی تجارتی خساروں (deficit)، جاپان اور چین کے ساتھ تجارت میں، اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اس کو ناپنے کا ہمارے پاس ایک پیمانہ ہے ــــ وہ ہے سکوں کے میدان میں اُترنے والا جدید ترین عنصر، یعنی یورو۔ یورو جب مارکیٹ میں داخل ہوا تو اس کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں تقریباً آدھی تھی اور اب دوگنے سے بھی آگے بڑھ چکی۔ اب ایک یورو ۲ ڈالر ۷ سینٹ کے برابر ہے۔

بالفاظ دیگر امریکی فرد اور کمپنیوں اور امریکی معاشرے کا معیارِ زندگی نائن الیون سے لے کر آج تک ۱۰۰ فی صد گر چکا ہے۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ امریکی فرد/کمپنی کی آمدنی ۱۰۰ فی صد گھٹ چکی ہے۔ اسے اس طرح بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ ڈالر کی قوتِ خرید یورو کے مقابلے میں ۱۰۰ فی صد گھٹ چکی ہے۔

اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ شخص جس نے اب سے سات سال پہلے اپنی آمدنی کو ۱۵۰۰ ڈالر ماہانہ فرض کر کے ۳۰۰ یا ۴۰۰ ڈالر ماہانہ قسط بھرنے کی منصوبہ بندی کی تھی، اب کس طرح یہ ۳۰۰ یا ۴۰۰ ڈالر ماہانہ بچا کر اپنی ماہوار قسط ادا کرسکتا ہے، جب کہ اس کی حقیقی آمدنی (real income) صرف ۷۵۰ ڈالر رہ گئی ہے؟ اگر وہ یہ قسط ادا کردے تو کیا کھائے پیے گا اور زندگی کے دوسرے اخراجات سے کیوں کر نمٹے گا؟ اس لیے وہ قسط/قسطیں ادا کرنے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ کلیتاً عاجز ہو چکا ہے۔

اس میدان میں سرگرم کمپنیوں کی طرف آیئے۔ انھوں نے شان دار مکانات اور عمارتیں کھڑی کرلی ہیں اور ماہانہ کرایے بھی مقرر کرلیے ہیں مگر کرایہ دار ۳۰، ۴۰ فی صد سے زیادہ نہیں آئے، یا جو آئے وہ کرایے ادا کرنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ بھی اپنی اپنی ماہانہ قسطیں ادا کرنے سے مکمل طور پر ہاتھ اٹھا چکی ہیں۔

بالفاظ دیگر یہ گھر گھر اور فرد فرد کی کہانی اور آپ بیتی ہے۔ یہ پوری امریکی معیشت کی خوف ناک دلدل اور دماغوں کو پھاڑنے والی تصویر ہے۔ اس وجہ سے یہ تباہ کن طوفان ٹارنیڈو کی

رفتار سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بلکہ برق رفتاری سے --- ساری دنیا میں پھیل گیا اور آئی ایم ایف کی مداخلت بھی کارگر ثابت نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔

مجھے تو یہ صورت حال سابق سوویت یونین کے آخری مہینوں --- بلکہ آخری دنوں کی یاد دلا رہی ہے۔ جب وہ اسی افغانستان میں آٹھ سال لڑتے لڑتے، جب کہ وہ پڑوس تھا اور اس کی سرحدیں ملی ہوئی تھیں، مالی حیثیت سے نڈھال ہو کر گر پڑا۔ امریکا نے دو جگہ --- امریکا سے بہت دُور --- دو محاذ (افغانی و عراقی محاذ) اور دوسرا اندرونی اور عالمی محاذ کھول کر اپنی معیشت کی جڑیں کھود ڈالیں۔ اگر وہ آئی ایم ایف کے ذریعے دنیا کے سارے بازاروں میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹہ ڈالر انجکٹ کرتا رہے گا تو وہ اب ایسی مشک میں پانی بھر رہا ہے جس میں تین بلکہ چار پانچ بڑے بڑے ایسے سوراخ ہیں جو بھرے جانے والے پانی کو مسلسل خارج کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جب تک یہ سوراخ، افغانستان، عراق، اندرونی و بیرونی نظر نہ آنے والے دہشت گرد بھوت کے خلاف جنگ اور دیگر چھوٹی بڑی جنگیں، بند نہ ہوں گے، یہ ایک سعی لا حاصل ہے اور اس کا انجام پہلے ہی سے معلوم ہے۔ رہے نام اللہ کا!

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ○ (رحمٰن ۵۵:۲۶-۲۷) روے زمین پر جو کوئی اور جو کچھ ہے وہ فنا ہو کر رہے گا اور باقی تو صرف تمھارے پُرجلال و پُراکرام رب کا چہرہ رہے گا۔

حکمت مودودیؒ

دعوتِ دین کی تڑپ

اسلام کی دعوت جب عرب میں پیش کی گئی تھی، اس وقت اس کی مخاطب آبادی تقریباً ۱۰۰ فی صد اَن پڑھ تھی۔ قریش جیسے ترقی یافتہ قبیلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں صرف ۱۷ افراد پڑھے لکھے تھے۔ مدینے میں اس سے بھی کم لوگ تعلیم یافتہ تھے اور باقی عرب کی حالت کا اندازہ آپ ان دو بڑے شہروں کی حالت سے کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اس ملک میں لکھ کر نہیں پھیلایا گیا تھا بلکہ وہ لوگوں کو زبانی سنایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ اس کو سن کر ہی یاد کرتے تھے اور پھر زبانی ہی اسے دوسروں کو سناتے تھے۔ اسی ذریعے سے پورا عرب اسلام سے روشناس ہوا۔ پس درحقیقت لوگوں کا اَن پڑھ ہونا کوئی ایسی دشواری نہیں ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ نہ ہوسکتی ہو۔

آغازِ اسلام میں اس دین کی تبلیغ اَن پڑھ لوگوں ہی میں کی گئی تھی اور یہ محض تبلیغ و تلقین ہی تھی جس سے ان کو اس قدر بدل دیا گیا۔ ایسا زبردست انقلاب ان کے اندر برپا کردیا گیا کہ وہ دنیا کے مصلح بن کر کھڑے ہوگئے۔ اب آپ کیوں یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ۸۰ فی صد اَن پڑھ آبادی میں اسلام کی دعوت نہیں پھیلائی جاسکتی؟ آپ کے اندر ۲۰ فی صد تو پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ وہ پڑھ کر اسلام کو سمجھیں، اور پھر باقی ۸۰ فی صد لوگوں کو زبانی تبلیغ و تلقین سے دین سمجھائیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب یہ کام زیادہ آسان ہوگیا ہے۔ البتہ فرق جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس وقت جو شخص بھی اسلام کی تعلیمات کو سن کر ایمان لاتا تھا وہ ایمان لاکر بیٹھ نہیں جاتا تھا بلکہ آگے دوسرے بندگانِ خدا تک ان تعلیمات کو پہنچانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس کی تمام حیثیتوں پر مبلغ ہونے کی حیثیت غالب آجاتی تھی۔ وہ ہمہ تن ایک تبلیغ بن جاتا تھا۔ جہاں جس حالت میں بھی اسے دوسرے لوگوں سے سابقہ پیش آتا تھا، وہ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات بیان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ وہ ہر وقت اس تلاش میں لگا رہتا تھا کہ کس طرح اللہ کے بندوں کو

جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لائے۔ جتنا قرآن بھی اسے یاد ہوتا وہ اسے لوگوں کو سناتا، اور اسلام کی تعلیمات جتنی کچھ بھی اسے معلوم ہوتیں ان سے وہ لوگوں کو آگاہ کرتا تھا۔ وہ انھیں بتاتا تھا کہ صحیح عقائد کیا ہیں جو اسلام سکھاتا ہے اور باطل عقیدے اور خیالات کون سے ہیں جن کی اسلام تردید کرتا ہے۔ اچھے اعمال اور اخلاق کیا ہیں جن کی اسلام دعوت دیتا ہے، اور برائیاں کیا ہیں جن کو وہ مٹانا چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں جس طرح پہلے سنائی اور سمجھائی جاتی تھیں اسی طرح آج بھی سنائی اور سمجھائی جاسکتی ہیں۔ ان کے لیے نہ سنانے والے کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے نہ سننے والے کا۔ یہ ہر وقت بیان کی جاسکتی ہیں اور ہر شخص کی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

اسلام نے کوئی ایسی نرالی چیز پیش ہی نہیں کی ہے جس سے انسانی طبائع مانوس نہ ہوں اور جن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بڑے فلسفے بگھارنے کی ضرورت ہو۔ یہ تو دین فطرت ہے۔ انسان اس سے بالطبع مانوس ہے۔ اسے پڑھے لکھے لوگوں کی بہ نسبت اَن پڑھ لوگ زیادہ آسانی سے قبول کرسکتے ہیں، کیونکہ وہ فطرت سے قریب تر ہوتے ہیں، اور ان کے دماغ میں وہ پیچ نہیں ہوتے جو جاہلیّت کی تعلیم نے ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کے دماغوں میں ڈال دیے ہیں۔

لہٰذا آپ اَن پڑھ آبادی کی کثرت سے ہرگز نہ گھبرائیں۔ ان کی ناخواندگی اصل رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ آپ کے اندر جذبہ تبلیغ کی کمی اصل رکاوٹ ہے۔ ابتداے اسلام کے مسلمانوں کی طرح ہمہ تن مبلغ بن جایئے اور تبلیغ کی وہ لگن اپنے اندر پیدا کرلیجیے جو ان کے اندر تھی۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اسلام کی دعوت پھیلانے کے بے شمار مواقع آپ کے منتظر ہیں جن سے آپ نے آج تک اس لیے فائدہ نہیں اٹھایا کہ آپ اپنے ملک کی آبادی میں ۱۰۰ فی صد خواندگی پھیل جانے کے منتظر رہے۔ (ترجمان القرآن، جلد ۸۳، عدد ۳، مئی ۱۹۷۵ء، ص ۱۳۶-۱۳۷)

تجوید وقرأت کی فضیلت

مولانا قاری ہدایت اللہ خان ○

کسی بھی زبان اور لہجے کی خوب صورتی اُس کے حُسنِ ادائیگی سے ہوتی ہے۔ ہر زبان کا ایک الگ انداز ہوتا ہے اور اگر وہ زبان اُس لہجے اور انداز میں نہ بولی جائے تو اُس زبان کی لذّت کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات تو انداز و لہجے کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں۔ یہی بلکہ اِس سے بھی زیادہ عجیب صورتِ حال عربی زبان کی ہے اور خاص طور پر قرآن کا معاملہ تو بالکل مختلف ہے۔ عربی زبان کی ادائیگی میں زبر، زیر، پیش کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور اسی طرح حروف کی صحیح ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔ رسولؐ اللہ کا طریقہ تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ نازل شدہ آیات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یاد کرا دیتے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن مجید پڑھ کے سناتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں قرآن مجید پڑھ کر سناؤں۔ انھوں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا نام لے کر مجھے فرمایا ہے۔ راوی نے کہا کہ حضرت اُبیؓ یہ سن کر (مارے خوشی کے) رونے لگے۔ (متفق علیہ)

حضرت اُبی بن کعبؓ کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا: صحابہؓ میں سب سے بڑے قاری

○ معلم دعوۃ اکیڈمی، ریجنل دعوۃ سینٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی (اسلام آباد)، کراچی

اُبی بن کعبؓ ہیں۔(ترمذی، ابن ماجه)

حضورؐ صحابہؓ کو نصیحت فرماتے تھے کہ 'جو شخص چاہتا ہے کہ قرآن اُس طرح پڑھے کہ جس طرح نازل ہوا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ 'ابن امّ عبد' (عبداللہ ابن مسعودؓ) کی طرح پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ قرآن چار شخصیتوں سے سیکھو: ۱-عبداللہ ابن مسعودؓ ۲-سالمؓ (مولیٰ ابوحذیفہؓ) ۳-ابی بن کعبؓ ۴-معاذ بن جبلؓ (متفق علیه)

تجوید کامعنٰی

تجوید لغوی معنوں میں 'تحسین الشئی' یعنی کسی چیز کی خوب صورتی یا عمدگی کو کہتے ہیں، اور جب یہ لفظ قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بولا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اُس کے حسن کے مطابق کی جائے۔ ہم اردو زبان میں اس جیسے الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں، مثلاً جیّد، تجدید کرنا وغیرہ۔ اِن تمام الفاظ کا مطلب نیا کرنا، بہتر کرنا اور عمدہ کرنا ہوتا ہے۔ اِسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ زَيِّنُوا القرُآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ ، ''اچھی آوازوں سے قرآن کو زینت دو''۔ بخاری، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور بیہقی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ دارمی کی ایک روایت میں زَيِّنُوا کی جگہ حَسِّنُوا کا لفظ آیا ہے۔

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ جب انسان اِسے خوب صورت لہجے میں پڑھتا یا سنتا ہے تو اس پر عجیب سا سحر طاری ہوجاتا ہے اور اِس سلسلے کو موقوف کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ قرآن مجید کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا ضروری ہے۔ اِس لیے کہ جلدی پڑھنے میں اکثر انسان سے خطا ہوجاتی ہے۔ اِسی لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً (المزمل ۷۳:۴) ''قرآن ٹھیر ٹھیر کے پڑھو''۔ ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب تجوید کے قواعد کے مطابق انسان تلاوت کرتا ہے تو تلاوت کے دوران اُس کے معانی ومفاہیم بھی ذہن نشین کرتا ہے۔ تجوید کے قواعد بالخصوص 'غنہ' اور 'مد' تو ادا ہی ترتیل سے تلاوت کرنے میں ہوں گے۔ اگر جلدی جلدی پڑھیں گے تو یہ دو صفات قرآن مجید کی تلاوت سے خارج ہوجائیں گی اور اِس وجہ سے تلاوتِ قرآن کا حُسن باقی

نہیں رہے گا۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ جہاں اُس نے الفاظ کی حفاظت فرمائی اور آج تک تمام الفاظ من وعن اُسی طرح موجود ہیں کہ جس طرح نازل ہوئے، اِسی طرح اس نے الفاظِ قرآن کے لہجوں کو بھی محفوظ فرمایا۔ اِس سلسلے میں علمائے اُمّت کی قابلِ قدر کاوشیں ہیں۔ اِس لیے اہل عرب کو بالعموم اور غیر اہل عرب کو بالخصوص قرآنی رسم الخط اور تجوید کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اِس لیے کہ اگر طریقہ قرأت معلوم نہ ہو تو جہاں وقف نہیں کرنا، وہاں وقف کریں گے اور جہاں رُکنا ہے، وہاں پڑھتے چلے جائیں گے اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن کا مطلب وہ نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، مثلاً اردو میں ہم کہتے ہیں کہ 'اُٹھو، مت بیٹھو'۔ اِس جملے میں اُٹھنے کا حکم دیا گیا ہے اور بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی اِس طرح پڑھے کہ جہاں وقف کرنا ہے وہاں وقف نہ کرے تو معنیٰ برعکس ہو جائے گا کہ ''اُٹھو مت، بیٹھو'، اِس جملے میں بیٹھنے کا حکم ہے اور کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ اِسی طرح قرآن مجید کی تلاوت میں بھی وقوف کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

تجوید کی اہمیت

یہ علم ہمیں اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حروف کو صحیح طریقے سے ان کے مقررہ مخارج سے ادا کیا جائے۔ اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تلاوت اُس کے حُسن کے مطابق ہوگی اور معانی و مفاہیم پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حضوؐر نے فرمایا کہ ''قرآن اُسی طرح پڑھو جس طرح تمھیں سکھایا گیا ہے، یعنی قرآن مجید صحیح طریقے سے پڑھو کیونکہ تمھیں صحیح قرأت کی تعلیم دی گئی ہے۔ صحیح قرأت سے مراد قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا ہے کیونکہ قرآن اِسی طرح نازل ہوا ہے۔ اِس حدیث میں حضوؐر اُمّت کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید صحیح طریقے سے پڑھو اور سب سے صحیح انداز تو وہی ہے جسے حضوؐر نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضوؐر نے فرمایا: قرآن عرب کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو اور اپنے آپ کو عشقیہ نغموں اور اہل کتاب کے طریقوں سے بچاؤ۔ میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو بنا بنا کر پڑھے گی (یعنی نغموں کے انداز میں) اور گا گا کر جس طرح راگ اور

نوحے گائے جاتے ہیں، اور حالت یہ ہوگی کہ قرآن اُن کے حلق سے نہ اُترے گا (یعنی دل پر کوئی اثر نہ کرے گا یا وہ قبول نہیں کیا جائے گا)۔ اِن لوگوں کے دل فتنے میں پڑے ہوں گے اور اِن لوگوں کے دل بھی جن کو یہ گا گا کر پڑھنا اچھا معلوم ہوگا''۔(بیہقی، فی شعب الایمان)

اِس حدیث کا مدّعا بھی یہی ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کے لیے سب سے بہتر طریقۂ تعلیم یہی ہے کہ وہ اہلِ عرب کی پیروی کریں اور اُس لہجے کی ادایگی اور طریقۂ تعلیم پر نگاہ رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ اِس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خود قرآن مجید اُنھی کے درمیان نازل ہوا، اِس لیے اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے قرآنِ مجید کی تلاوت ان سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (البقرۃ ۲:۱۲۱)''وہ لوگ کہ جن کو ہم نے قرآن عطا کیا ہے وہ اِس کی تلاوت کرتے ہیں کہ جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے''۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ ''تجوید حرفوں کا (اُن کے مخرج سے) ادا کرنا اور وقوف پر نگاہ رکھنا ہے''۔ حضرت علیؓ نے اِس قول میں دو اُمور کی طرف توجہ دلائی کہ حروف کو مخارج سے ادا کریں کیونکہ اگر حروف مخارج سے ادا نہیں ہوں گے تو حروف ہی بدل جائیں گے، اور دوسری بات یہ کہ وقوف پر نگاہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں رکنا ہے وہاں رکیں، کیونکہ جہاں بات ختم ہو رہی ہوتی ہے وہاں وقف کرنا ضروری ہوتا ہے۔

یہ بات بھی حق تلاوت میں شامل ہے کہ قرآن پاک پر عمل کیا جائے۔ جو لوگ قرآن پاک کو خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے وہ اس کی آیات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

دورانِ تلاوت غلطیوں کی چند مثالیں

چند مثالوں کے ذریعے ہم یہ بات سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر حروف مخارج سے ادا نہ ہوں تو کس قسم کی شدید غلطیاں ہم سے سرزد ہوسکتی ہیں۔(معاذاللّٰہ من ذٰلك)

○ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ، ''کہو وہ اللہ ایک ہے''۔ اب اگر یہاں 'ق' کی جگہ 'ک' پڑھیں تو جملہ ہوگا کُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ اور معنٰی ہوگا ''کھاؤ وہ

اللہ ایک ہے''۔ کیونکہ 'قُلْ' کا مطلب ہے 'کہو'اور 'کُلْ' کا مطلب ہے 'کھاؤ'۔ دونوں ہی امر کے صیغے ہیں لیکن ایک حرف کی تبدیلی سے پورا مطلب تبدیل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ نہیں رہی۔

○ 'قلب' کا مطلب ہے 'دل'۔ اگر 'قلب' کی ادایگی میں 'ق' کی جگہ 'ک' ادا کر دیا تو لفظ 'کلب' ہو جائے گا اور 'کلب' کا مطلب ہے 'کتا'۔ یہاں پر بھی صرف ایک حرف کی تبدیلی سے پورا معنیٰ بدل گیا۔

○ ص کی جگہ س پڑھنا بھی شدید قسم کی غلطی ہے مثلاً: اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰہِ وَالْفَتْحُ میں نصر کا مطلب ہے 'مدد' اور اگر نصر کی ادایگی میں 'ص' کی جگہ 'س' پڑھ دیا تو نسر ہوگیا جس کا مطلب ہے 'گدھ' (پرندہ)۔ یہاں ایک حرف کی تبدیلی سے پورا مطلب ہی تبدیل ہو جائے گا۔

○ خَلَقَ کا مطلب ہے 'پیدا کیا'۔ اگر 'خ' کی جگہ 'ح' پڑھ دیا یعنی حَلَقَ تو معنیٰ ہوں گے 'سر مونڈھنا'۔ اب یہاں غور کریں کہ ایک حرف کی تبدیلی سے کتنی بڑی تبدیلی واقع ہوسکتی ہے۔

○ زبر (َ) کی جگہ زیر (ِ) پڑھنے سے بھی معنی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اَلْعٰلَمِیْنَ کا مطلب ہے 'سارے جہاں'۔ اگر اَلْعٰلَمِیْنَ کی جگہ اَلْعٰلِمِیْنَ یعنی لام پر زبر کی جگہ زیر پڑھ دیا تو معنیٰ ہوگا 'علم والے'۔ سورۂ فاتحہ میں اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی تلاوت میں اَلْعٰلَمِیْنَ کے لام کے نیچے زیر پڑھ دیا تو معنیٰ ہوں گے 'تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ جو رب ہے علم والوں کا' (معاذاللہ)۔

○ زیر کی جگہ زبر لگا دیں، اِس سے بھی معنیٰ بدل جاتے ہیں، مثلاً دِیْنٌ کا مطلب ہے 'نظامِ زندگی'، اگر یہاں 'دال' پر زبر لگا دیں تو وہ دَیْنٌ ہو جائے گا اور مطلب ہوگا 'قرض'۔ اصل مدّعا، مطلب اور مراد وہ نہیں ہوں گے جو کہنے والا بیان کرنا چاہتا ہے۔

○ عین کی جگہ ہمزہ یا ہمزہ کی جگہ عین پڑھنے سے بھی معنی بدل جاتے ہیں، مثلاً عَلِیْمٌ (علم والا)۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسما میں سے ہے۔ اگر یہاں 'عین' کی جگہ 'ہمزہ' لگا دیا تو یہ لفظ عَلِیْمٌ کی جگہ اَلِیْمٌ ہو جائے گا اور معنیٰ ہوگا (دردناک)۔ اِسی مثال کو برعکس بھی کرسکتے ہیں کہ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (دردناک عذاب) لکھا ہوا ہے اور وہاں پڑھ دیا عَذَابٌ عَلِیْمٌ، تو معنیٰ ہوگا 'علم والا عذاب'۔

○ حروف متشابہات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ بہت سے حروف ایسے ہیں کہ جن کی آوازوں میں کافی مشابہت ہے۔ مثال کے طور پر 'ض' اور 'ظ' کی آواز میں کافی مشابہت ہے۔ اِسی طرح 'ذ' اور 'ز' میں بھی کافی مشابہت ہے۔ اگر اِن چاروں حروف کی ادایگی میں احتیاط نہ کی جائے تو معنیٰ کس حد تک بدل جائے گا اِس کا اندازہ اِن مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے: ذَلَّ (وہ ذلیل ہوا)' زَلَّ (وہ پھسلا)' ظَلَّ (وہ گیا)' ضَلَّ (وہ گمراہ ہوا)۔ اِن مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر حروفِ متشابہات کی ادایگی میں احتیاط نہ کی جائے تو معنیٰ بدل جائے گا۔

تجوید کی ضرورت

مذکورہ بالا تمام مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے مطابق پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اِس لیے جہاں ہم دنیا کے دیگر علوم حاصل کرتے ہیں اور اُس میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اگر ہم تھوڑا سا بھی وقت قرآن کو دیں تو قرآن ہماری زندگیاں بدل دے گا۔

اُستاذ المجوّدین علّامہ جزریؒ علم تجوید کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں اور اُن کی کتاب مقدّمة الجزری علم تجوید کے حوالے سے مستند کتاب ہے۔ حضرت علّامہ فرماتے ہیں کہ: علم تجوید کا حاصل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ جو شخص قرآن تجوید کے قواعد کے مطابق نہ پڑھے وہ گناہ گار ہوگا۔ اِس لیے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور اِسی شان سے اللہ تعالیٰ نے ہم تک پہنچایا ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ: بے شک اللہ تعالیٰ یہ بات پسند فرماتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھا جائے کہ جس طرح وہ نازل ہوا تھا۔ (رواہ ابن خزیمة فی الصّحیح)

اِس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی تلاوت کو ناپسند فرماتے ہیں کہ جو غلط طریقے سے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور حروف کے مخارج کا خیال نہ رکھے۔ قرآن اچھی آوازوں، بہترین ادایگی اور عمدہ قرأت کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اِس لیے اُمّت کو بھی یہی حکم دیا کہ جس طرح قرآن مجید نازل ہوا ہے اُسی طرح پڑھو۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ: وہ ہم میں سے

نہیں ہے جو قرآن کو اچھی آوازوں سے نہ پڑھے۔ اِس حدیث کو امام بخاریؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام دارمیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بیہقیؒ نے اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے۔ اِسی عنوان کی ایک اور حدیث ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں نقل کی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن وقاصؓ ہمارے ہاں تشریف لائے، اُن کی بینائی ختم ہوچکی تھی، میں نے اُن کو سلام کیا۔ فرمایا: کون؟ میں نے بتایا، تو فرمایا: مرحبا بھتیجے! مجھے معلوم ہوا کہ تم خوش الحانی سے قرآن پڑھتے ہو۔ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ قرآن آخرت کی فکر لے کر اُترا ہے۔ اِس لیے جب تم تلاوت کرو تو (فکرِ آخرت سے) رُوو، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو۔ جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے (یعنی قواعدِ تجوید کی رُو سے غلط پڑھے) تو وہ ہم میں سے نہیں"۔ (سنن ابن ماجہ، باب فی حسن الصّوت بالقرآن، باب نمبر۱۷۶)

اِن دونوں احادیث میں ایک طرح سے سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اچھی آوازوں سے قرآن مجید پڑھا کرو۔ اِن احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کسی بڑے قاری کی طرح خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھے یا یہ کہ صرف حسین آوازوں والے ہی تلاوت کریں اور جس کی آواز اچھی نہیں وہ تلاوت ہی نہ کرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اچھی آوازوں والے تو خوب صورتی سے تلاوت کریں گے ہی لیکن سادہ آواز والے بھی مشق اُسی نہج پر کریں تاکہ اُن کا انداز بہتر ہوسکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر سادہ آواز میں صاف شفاف انداز سے تلاوت کی جارہی ہو تو سننے میں بہت لطف آتا ہے۔ خوش الحانی تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے لیکن اچھی طرح اور صاف لہجے میں تو ہر فرد پڑھ سکتا ہے۔ بس یہی مراد ہے کہ قرآن مجید بہتر انداز سے پڑھا جائے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ (غلط پڑھنے کی وجہ سے) قرآن اُن پر لعنت بھیجتا ہے"۔ (بیہقی)

بہت سے لوگ خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے کی کوشش میں تلاوت کی صحت کا خیال نہیں رکھتے اور حروف کے مخارج وصفات کو بھی مدّنظر نہیں رکھتے۔ اِسی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت وہ نہیں ہوتی جو قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے، بلکہ وہ عجیب وغریب چیز بن جاتی ہے۔ مخارج کا خیال

رکھنا انتہائی ضروری ہے ورنہ حروف بدل جائیں گے اور خاص طور پر مشابہت والے حروف کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ 'ض' کی جگہ 'ظ' ادا ہو رہا ہو اور 'ص' کی جگہ 'س' پڑھا جا رہا ہو۔ اگر کوئی اپنی اصلاح نہیں کرے گا تو وہ صحیح تلاوت کبھی نہیں سیکھ سکتا اور ہمیشہ غلط طریقے سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ قرآن لعنت کرتا ہے اُن پر جو قرآن مجید غلط طریقے سے پڑھتے ہوں۔ اسی طرح تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھنے والا اس پر عمل نہ کرے تو اس پر بھی قرآن پاک لعنت کرتا ہے۔

علمِ تجوید کا موضوع

علمِ تجوید کا بنیادی موضوع قرآن مجید کے الفاظ وحروف ہیں' تلفّظ اور ادایگی میں عمدگی اور بہتری کے اعتبار سے۔ اگرچہ یہی حروف تو عربی گرامر کا بھی موضوع ہیں لیکن وہ بناوٹ کے اعتبار سے ہیں کہ یہ لفظ کس طرح بنا اور کس طرح بنے گا اور اِس میں کون سا قاعدہ جاری ہوگا۔ علم تجوید حروف کی ادایگی اور صحیح تلفّظ کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے کہ یہ حرف ادا کس طرح ہوگا اور یہ کہ مشابہت والے حروف میں فرق و امتیاز کس طرح کیا جائے گا۔ قرآن مجید کو آہستہ آہستہ اور حروف والفاظ پر غور کرتے ہوئے ٹھیر ٹھیر کے پڑھنے میں کتنا اَجر ہے' اِس کا اندازہ اِس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن پڑھنے والے مسلمان سے قیامت کے دن کہا جائے گا: پڑھتا جا (منازلِ جنت) چڑھتا جا۔ اور دنیا میں جس طرح ترتیل سے (ٹھیر ٹھیر کر) پڑھتا تھا اب بھی اُسی انداز میں پڑھ (تاکہ زیادہ منزلیں طے کر سکے) کیونکہ جنّت میں تیری آخری منزل وہی ہوگی جہاں تو آخری آیت ختم کرے گا''۔ اِس حدیث کو امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام بیہقیؒ نے اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے۔

اِس حدیثِ مذکور پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے والے کے لیے کتنا عظیم الشّان اَجر رکھا ہے۔ اِس حدیث میں درحقیقت اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید تجوید سے پڑھو۔ تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے جہاں اللہ کی رضا

حاصل ہوتی ہے اور جہاں قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا ہوتا ہے، وہاں خود قاریِ قرآن کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور جنّت میں بلند درجوں کے اہل لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ قرآن کا اعزاز ہے کہ اِس کے پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اتنا عظیم الشان اَجر عطا فرمائیں گے۔

خود حضوؐر کو اللہ تعالیٰ نے ترتیل سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقُرْاٰناً فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (بنیٓ اسرائیل ۱۷:۱۰۶) ''اور اِس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اِسے لوگوں کو سناؤ''۔ 'مکث' ٹھیرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اِس کا مقصد بھی وہی ہے جو ترتیل کا ہے کہ قرآن مجید آہستہ پڑھنے سے مراد غور و فکر سے تلاوت کرنا ہے۔ اگر ترتیل سے قرآن مجید نہیں پڑھیں گے تو بجائے ثواب کے گناہ لازم آئے گا۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''ہر چیز کا ایک زیور ہے اور قرآن کا زیور خوش الحانی ہے''۔

یہاں زیور سے مراد 'حسن' ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا حسن قرآن کو حسین آوازوں سے پڑھنا ہے۔ اِسی لیے تو حضوؐر نے فرمایا: ''خوب صورت آوازوں سے قرآن کو حُسن دو کیونکہ خوش الحانی سے قرآن کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے''۔ (دارمی)

قرآن مجید کو اچھی طرح اور صاف صاف پڑھنا چاہیے اور گنگنی آوازوں یا الفاظ کو بہت زیادہ کھینچنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ صرف قرأتِ قرآن مجید ہی بہت اثر رکھتی ہے اور سننے والا بے خود ہو کے سنتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور جب اِسے توجہ سے سنا جائے تو یہ دل پر اَثر انداز ہوتا ہے اور دل کو انتہائی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

خوش الحانی سے حضوؐر کی محبت

رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ خوش الحانی کو بہت پسند فرماتے تھے اور خوش الحان قاریوں کی تلاوت فرمایش کر کے سنتے تھے۔ حضوؐر کو خوش الحانی کتنی پسند تھی، اِس کا اندازہ اِن احادیث سے لگایا جا سکتا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اِن سے فرمایا: ''تجھے آل داؤد کے لحن

سے خوش الحانی کا ایک حصّہ عطا ہوا ہے" (متفق علیه)۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسولؐ اللہ نے اُن سے فرمایا: "اگر تم مجھے گذشتہ رات دیکھتے جب میں تمھارا قرآن سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)"۔ (مسلم)

روایات میں آتا ہے کہ نبی مہربانؐ صحابہؓ سے حسن الصّوت سے تلاوت سماعت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے اِن سے فرمایا کہ 'مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے تعجب سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں، اور آپؐ کو قرآن سناؤں؟ آپؐ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "مجھے دوسروں سے سننا اچھا لگتا ہے"۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء آپؐ کو سنائی اور جب میں اس آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ......الخ پر پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: بس کافی ہے۔ تب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گر رہے تھے۔ (متفق علیه)

حضورؐ کی خوش الحانی

حضورؐ خود بھی نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کسی آواز کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتا جتنا نبیؐ کی خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر متوجہ ہوتا ہے"۔ (متفق علیه)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسولؐ اللہ کو عشاء کی نماز میں والتِّیْن پڑھتے سنا (تو اُس وقت کی کیفیت بتا نہیں سکتا)۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تو ایسی خوش الحانی کبھی نہیں سنی تھی"۔ (بخاری، باب قول النبیؐ)

اِن احادیث کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کو اچھی آوازوں میں تلاوت سننا بہت پسند تھا اور آپؐ خود بھی انتہائی خوب صورت آواز میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ اس لیے قرآن مجید کو اچھی آواز اور اچھی ادایگی سے پڑھنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا کا باعث بھی ہوگی اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت بھی ہوگی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر صاف صاف پڑھو اور اِس کے غرائب پر عمل کرو۔ غرائب سے مراد اوامر اور نواہی ہیں'' (مشکوٰۃ، باب فضائل القراٰن، فصل الثالث بحوالہ بیہقی)۔ غرائب، یعنی حلال و حرام پر نظر رکھو، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اُنھیں حلال جانو اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کو حرام سمجھتے ہوئے بچو۔ اِس حدیث میں دو احکام دیے گئے ہیں: پہلا حکم قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے کا اور دوسرا حکم قرآن حکیم کو تفسیر سے پڑھنے کا دیا ہے۔

تجوید القرآن کے حوالے سے تقریباً ۱۰۰ سے زائد احادیث وارد ہیں۔ یہاں صرف تذکیر کے لیے چند بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔

تجوید کے چند بنیادی اُصول

دیگر علوم کی طرح تجوید و قرأت کے بھی کچھ اُصول ہیں، اگر تلاوت میں اِن اُصولوں کو پیش نظر رکھا جائے تو تلاوت مزید بہتر ہو جائے گی:

۱- قرآن کریم کو اس کی اصل زبان عربی میں پڑھنا چاہیے، یعنی مجہول تلاوت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مجہول تلاوت کی مثال: بسم اللہ کو بِیْسْمِ اللّٰہ پڑھنا۔

۲- حرکات کو اتنا نہ کھینچنا کہ وہ حروف بن جائیں، کیونکہ زبر آدھا الف، زیر آدھی یا [ی] اور پیش آدھا واو ہوتا ہے۔

۳- پُر حروف (موٹی ادایگی والے) کو پُر اور باریک ادایگی والے حروف کو باریک پڑھنا۔ ایسا نہ کرنے سے بعض حالات میں حروف بدل جاتے ہیں یا پھر تلاوت کی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔

۴- حروف کو اُن کے مخارج سے ان کی صفات کے ساتھ ادا کرنا۔

۵- عیوبِ تلاوت سے احتراز کرنا۔ عیوبِ تلاوت سے مراد ایسے طرز سے تلاوت کرنا جو مکروہ یا حرام ہو، مثلاً: گانے کے طریقے پر پڑھنا، کلمے کے بیچ میں وقف کرنا اور بجائے پیچھے سے ملا کے پڑھنے کے آگے سے پڑھنا شروع کر دینا، مخفف کو مشدّد اور مشدّد کو مخفف پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

تجوید کا فائدہ

یہ علم ہمیں اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حروف صحیح طریقے سے، مقررہ مخارج سے ادا کیے جائیں۔ اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تلاوت اُس کے حُسن کے مطابق ہوگی اور معانی و مفاہیم پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اِس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ انسان تلاوتِ قرآن مجید کے دوران ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔ اِس کا تیسرا اور بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اِس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی۔ بہت سے لوگ تلاوت اِس زعم سے کرتے ہیں کہ وہ بہت اعلیٰ تلاوت کر رہے ہیں اور اُنھیں کسی کے پاس جا کر سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ جو لوگ بزعم خود یہ سمجھتے تھے کہ وہ صحیح تلاوت کر رہے ہیں، کافی اصلاح کے طالب تھے۔ لہٰذا آج ہی اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ روزانہ ایک رکوع یا آخری پارے کی آخری سورتوں میں سے ایک سورت تجوید کے قواعد کے مطابق پڑھیں گے۔

اس تحریر کا واحد مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح طریقے سے تلاوت کریں۔ آج کل تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ہر محلّے میں قرآن کے قاری موجود ہیں، تجوید کے موضوع و قواعد پر لاتعداد کتابیں موجود ہیں اور اب تو تجوید کے قواعد سی ڈیز پر بھی دستیاب ہیں۔ لہٰذا صرف محنت کی ضرورت ہے اور انسان جب ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے نیک ارادوں میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ یہاں تو معاملہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے بندوں کے درمیان ہے، تو اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کتنی رحمت فرمائیں گے اُس پر جو اُس کا کلام صحیح پڑھنے کی کوشش کرے گا۔ تجوید کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک مخرج کی مشق کریں اور جب تک اُس میں کمال حاصل نہ کرلیں دوسرے مخرج کو شروع نہ کریں۔ جب پہلا مخرج ذہن نشین ہوجائے اور اجرا صحیح ہو رہا ہو تو دوسرا مخرج شروع کریں اور مخارج کے بعد تلاوت کی صفات پر غور کریں اور اِس طرح تمام قواعد کو تلاوت کے دوران جاری کریں۔ آپ محسوس کریں گے کہ جلد ہی آپ بہترین انداز میں تلاوت کرسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تجوید سے قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کو پڑھنے، سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک اِس کی تعلیم پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ آپؐ کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان المبارک کے مہینے میں ہوتا تھا' جب کہ جبرئیل امینؑ آپؐ سے ملتے تھے' اور جبرئیل امینؑ آپؐ سے ہر رات ملتے تھے اور آپؐ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے کاموں میں چوکھی' تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ (بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا: جانتے ہو سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس کے بعد میں تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی ہوں اور میرے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی وہ شخص ہے جس نے دین کا علم حاصل کیا پھر اسے پھیلایا۔ قیامت کے روز وہ امیر بن کر یا ایک اُمت بن کر آئے گا۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کی سخاوت کائنات کی نعمتوں کی شکل میں ہمارے مشاہدے میں ہے۔ موافق' مخالف سب کو نوازتے ہیں' لیکن اس کی سب سے بڑی سخاوت قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے کہ اس کے ذریعے دنیا و آخرت بن جاتی ہے اور جنت ملتی ہے جو دائمی عزت اور وسیع و عریض حکمرانی ہے۔ نزول قرآن پاک اور منصب نبوت سے سرفرازی جناب رسول اکرمؐ کو رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہوئی۔ اسی مہینے میں لیلۃ القدر کی شکل میں سخاوت ہے کہ ایک رات ہزاروں راتوں (۸۴ سال سے) کی عبادت سے بھی افضل ہے۔ اسی مہینے میں روزہ داروں کے لیے شیطانوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیے

جاتے ہیں۔ (بخاری) اس کا پہلا حصہ رحمت' دوسرا مغفرت اور تیسرا آگ سے آزادی کا عشرہ ہے۔ جس نے کوئی بھی نفلی کام کیا گویا اس نے ایک فرض کو ادا کیا' جس نے ایک فرض ادا کیا اس نے گویا ۷۰ فرض ادا کیے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ جس نے روزے دار کو افطار کرایا اس کے گناہوں کی بخشش اور دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوگی اور اسے روزہ دار کے روزے کا ثواب بھی ملے گا۔ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ جس نے اپنے غلام/ ملازم کے کام میں کچھ تخفیف کر دی' اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دیں گے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیں گے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان' رمضان کی آمد پر آپؐ کا خطبہ روایت سلمان فارسیؓ)

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے روزہ رکھا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رات کو قیام کیا (تراویح پڑھی) اس کے بھی پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (بخاری)

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپؐ کی اُمت کی مغفرت کر دی جاتی ہے رمضان المبارک کی آخری رات میں (رمضان المبارک کا حق ادا کرنے والوں' روزے داروں اور گناہوں سے بچنے والوں کی)۔ عرض کیا گیا: یارسولؐ اللہ! کیا یہ لیلۃ القدر کے بارے میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں' بلکہ اس بنیاد پر ہے کہ کارکن جب کام پورا کر دیتا ہے تو اسے اس کی اُجرت دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ سخاوتیں ہیں جو اس مہینے میں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سخاوت قرآن پاک ہے جو آپؐ کے سینۂ اطہر پر اسی مہینے میں نازل ہوا اور آپؐ کے ذریعے اُمت کو اسی مہینے میں ملنا شروع ہوا' اور اسی وجہ سے قرآن پاک کے عالم اور معلم کو آپؐ نے اپنے بعد سب سے زیادہ سخی قرار دیا۔ اس لیے کہ خلقِ خدا کو سب سے زیادہ ضرورت قرآن پاک' اس کی تعلیمات اور اس کے نظام کی ہے۔ جو لوگ قرآن پاک کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں' سب سے زیادہ سخاوت کا کام کر رہے ہیں۔

رمضان المبارک کا پہلا حق یہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی جائے، اس کا ذوق وشوق اور جذبے سے استقبال کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استقبال، اس کی فضیلت کو بیان فرمایا کرتے تھے تاکہ اُمت اس کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے ایک عظیم مہینہ، ایک مبارک مہینہ، ایک ایسا مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزاروں راتوں سے بہتر ہے''۔ (عن سلمان فارسیؓ، مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے بعد رمضان المبارک میں خود بھی روزہ رکھنے، تلاوت قرآن، قرآن پاک کے دور اور خیر کے تمام کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے۔ صدقہ خیرات، مسلمانوں کی ہمدردی، عزیزوں سے صلہ رحمی، روزہ داروں کے روزے افطار کرانا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے حصول اور بلندیِ درجات کی طلب کے لیے مشغول ہو جانا آپؐ کا معمول تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینے میں جو معمول تھے، ان کو محدثین نے بیان کیا ہے اور اُمت مسلمہ کے لیے آپؐ کے ان معمولات میں بہت بڑی رہنمائی ہے۔ تمام حقوق اور معمولات کی اساس قرآن پاک کی قدر دانی اور تعظیم ہے۔ اس کے تمام اوامر کو عملی جامہ پہنانا اور تمام نواہی سے بچنا اور قرآن پاک کی بنیاد پر اجتماعی نظام قائم کرنا ہے۔ قرآن پاک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ سلم کا سب سے بڑا احسان ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ اسی احسان کو یاد دلاتا ہے، لیکن آج ہم اسی احسان کو بھولے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کا نظام معطل ہے اور اس وجہ سے ہم آج طرح طرح کے مصائب، آفات و بلیات اور خوں ریزیوں سے دوچار ہیں اور تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ ان سے نکلنے کا راستہ قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا ہے۔

○

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تذکرہ فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپؐ ساری رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور اپنی کمر باندھ لیتے۔ پہلے دو عشروں میں بیدار رہ کر نماز پڑھتے اور سوتے بھی تھے اور آخری عشرے میں ساری رات بیدار رہتے اور کمر ہمت باندھ لیتے تھے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے، آپؐ اس قدر اہتمام فرماتے ہیں تو امتیوں کے لیے سُستی کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو پھر سو جانا چاہیے۔ ساری رات بیدار رہنے کے عوض دن کو آرام کرنا چاہیے۔ ساری رات، اور سارا دن بیدار رہنا ممکن نہیں ہے۔

○

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس دنیا سے اُٹھا لیا اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ نے آپؐ کے بعد اعتکاف کیا۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری معمول یہ تھا، اس سے پہلے آپ نے پہلے دو عشروں میں بھی اعتکاف فرمایا تھا اور اس کا مقصد لیلۃ القدر کو پانا اور اس میں عبادت کرنا تھا۔ ایک رات میں ہزاروں رات سے زیادہ راتوں کی عبادت کتنی بڑی کمائی ہے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص ایک درہم کے بدلے میں ہزار درہم سے زیادہ کا اعلان کردے تو لوگوں کی قطاریں نہیں لگیں گی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے کے لیے ایسا کیوں نہیں ہوتا!

○

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (روزہ دار کے لیے) روزہ اور (قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے لیے) قرآن پاک سفارش کرے گا۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے کھانے پینے اور شہوتوں سے دن میں روکا (اور یہ رک گیا)، اس لیے میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن پاک اس کے حق میں سفارش کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے اسے راتوں کو سونے سے روک دیا، پس اس کے بارے میں میری سفارش کو قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی (اور روزہ دار اور قرآن پاک پڑھنے والے کو جنت میں داخل کردیا جائے گا)۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

رمضان کی بڑی اور بنیادی عبادتیں دو ہیں: روزہ اور قرآن پاک کی تلاوت۔ باقی نیکیاں ان دونوں کے تابع ہیں اور برائیوں سے بچنا ان دونوں کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے، اور اُس کے لیے بہترین اَجر ہے۔ (الحدید ۵۷: ۱۱)

تہجد کے انعام

مولانا حماداللہ ○

رات کے گھپ اندھیروں میں جب پورا عالم محوِ استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ہُو کا عالم ہوتا ہے' انسان' چرند' پرند' درند' غرض ہر مخلوق اپنے آشیانے میں دبکی پڑی ہوتی ہے کہ کچھ دیوانے نرم و گرم بستر چھوڑ کر محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار یکلخت اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ یہ وہ برگزیدہ مخلوق ہے جس کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہیں۔ یہ لوگ زمین کی کور باطن مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل مگر آسمانی مخلوق کے سامنے روشن اور تابناک یوں جگمگاتے ہیں' جیسے زمین والوں کی نظر میں تارے۔ ان کے دلوں میں ایک سوز ہوتا ہے' ایک درد ہوتا ہے' جو ہر دم انھیں بے کل اور بے چین رکھتا ہے۔ ان کو اگر کوئی دھن ہے تو ایک ہی' وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔

رات کا ایک بڑا حصّہ گزر چکا ہے' تمام دنیا خوابِ غفلت میں مدہوش ہے اور یہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے جھولی پھیلائے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہے ہیں' آنسو بہا رہے ہیں۔ ادھر آسمانوں پر رحمت کے دروازے کھل رہے ہیں' حورانِ بہشت اپنی غمگین آواز میں ان کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں: 'کوئی ہے جو ہمیں حاصل کرے۔ لیکن ان کی نگاہ' یک بین' حوروں پر بھی نہیں پڑتی۔ ان کا منتہاے مقصود تو محبوب حقیقی کا وصال اور اس کی رضاجوئی ہے۔

اب رات کا آخری پہر ہے' رحمتوں کی موسلادھار بارش شروع ہو چکی ہے' اللہ سوال کرنے والوں کو عطا فرما رہے ہیں' اعلان ہو رہا ہے: مانگو! کیا مانگتے ہو؟ جو مانگو گے عطا ہوگا۔ پھر

○ مدرسہ عربیہ' سلطان آباد' کراچی

رضائے الٰہی کے پروانے جاری ہونے لگتے ہیں۔ یہی ان کا مقصدِ حیات اور یہی ان کی معراج ہے' جس کی خاطر یہ روزانہ اپنے نرم نرم بستر اور میٹھی میٹھی نیند قربان کر کے اُٹھ بیٹھتے ہیں' اور دربارِ الٰہی میں پروانہ وار حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان کے اسی حال کو شاعر مشرق نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

واقف ہو اگر لذتِ بیداریِ شب سے
اُونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار

ان سعید روحوں کی سعادت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرما رہا ہے' فرمایا:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدہ ۳۲:۱۶) ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں' اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں۔

علامہ فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ يَدْعُوْنَ سے مراد يُصَلُّوْنَ ہے' یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کھپانے والے ان جواں ہمت لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام واکرام کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تمھارے ناقص تصور اور تخیل سے بالا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدہ ۳۲:۱۷)

پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔

یہاں ان لوگوں کا انعام واضح طور پر بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گی ہے جس کو کوئی نفس نہیں جانتا۔ انعام کے اس اخفا میں اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے' نیز اس اخفا سے ان لوگوں کو شوق دلانا مقصود ہے جو اس عظیم عمل سے محروم ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ حضورؐ اور حضورؐ کے واسطے سے اُمت کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ق عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا○ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۹) اور رات کو تہجد پڑھو' یہ تمھارے لیے نفل ہے' بعید نہیں کہ تمھارا رب تمھیں مقامِ محمود پر فائز کردے۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل نماز تہجد کا حکم دیا گیا اور پھر مقامِ محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تہجد کو مقامِ شفاعت حاصل ہونے میں خاص دخل ہے۔ (معارف القرآن' ج ۵' ص ۵۲۰)

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی نماز تہجد کی فضیلت وارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔ (اگر ایسا کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

عام طور پر لوگ ان اعمال کو بالکل معمولی سمجھتے ہیں لیکن قدر شناسوں سے پوچھیے کہ یہ کیسی دولتِ بے بہا اور انمول خزانے ہیں اور پھر ان پر کوئی زیادہ محنت بھی خرچ نہیں ہوتی' بس ذرا سی ہمت چاہیے۔ خود حضور علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تہجد میں قیام کرتے کرتے آپؐ کے پاؤں میں پھٹن آجاتی تھی۔ آگے چل کر فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کے لیے بخشش لکھ دی گئی ہے۔ پھر آپؐ کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: افلا أکون عبداً شکوراً ، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

یہ اس ذات اقدس کا حال ہے جس کے لیے سب سے پہلے جنت میں داخلے کا وعدہ ہے۔ ایک ہم ہیں کہ گناہوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں' پھر بھی آخرت کی فکر نہیں' اعمال کا شوق نہیں۔ ہم میں سے کون ہے جو جنت کا طلب گار نہ ہوگا لیکن کبھی ہم نے اپنے اعمال کا موازنہ کیا؟ کیا وہ اس قابل ہیں کہ ہمیں جنت کا حق دار ثابت کرسکیں؟ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی راتیں نورانی ہیں اور کیا سعادت مند ہیں وہ نوجوان جو اس جوانی میں لذتِ بیداریِ شب سے آشنا ہوتے ہیں۔ یہی نوجوان روزِ قیامت ربِ ذوالجلال کے عرش تلے ہوں گے جس دن اس کے عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اے جوانانِ سعادت مند! یہ نعمت اتنی سستی نہیں' اس کے لیے آہ سحر گاہی کو اپنانا ہوگا'

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر مالک کو منانا ہوگا' اس کے سامنے جھولی پھیلا کر گڑگڑانا ہوگا' تب جاکر رضاے الٰہی کا گوہر مقصود حاصل ہوگا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: ''عبارات اُڑ گئیں' اشارات سب فنا ہوگئے اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر ان چند رکعات نے جو ہم نے آدھی رات میں ادا کی تھیں''۔ (تفسیر عزیزی)

میں نے ایک صاحبِ دل سے بارہا سنا' فرماتے تھے: 'جس کو جو کچھ ملا ہے تنہائی میں ملا ہے'۔ اسی بات کو اقبال مرحوم نے یوں سمجھانے کی کوشش کی ؎

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

صد ہزار آفرین ان لوگوں پر جو راتوں کو اُٹھتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہی لوگ ہوتے ہیں جو اوجِ ثریا پر پہنچتے ہیں' ستاروں پر کمند ڈالتے ہیں اور زمانے میں علم و حکمت کا آفتاب بن کر چمکتے ہیں کہ جس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس ہم پر کہ دن رات ہم جن مقدس ہستیوں کا نام لیتے ہیں اور ان کے مراتب تک پہنچنے کے لیے آہیں بھرتے ہیں' ان کی زندگی کے عملی گوشے کو نظرانداز کردیتے ہیں۔ آج بھی ہم ان جیسا اخلاص و عمل اپنے اندر پیدا کرلیں تو ہم میں بھی رومی' رازی و غزالی پیدا ہوسکتے ہیں۔ آج بھی عقل کو خیرہ کرنے والی علمی و اصلاحی خدمات دوبارہ وجود میں آسکتی ہیں' لیکن اس کے لیے اسلاف کی طرح ہمیں بھی بیداریِ شب سے آشنا ہونا پڑے گا' راتوں کو نیند قربان کرنا پڑے گی' سوزِ دروں بیدار کرنا پڑے گا۔ بقول شاعر ؎

تو اے مسافرِ شب! خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی اور ان کے اعمال کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

اعلانِ داخلہ

جامعہ حنفیہ

اعلانِ داخلہ

جماعت اسلامی کراچی کی زیرِ نگرانی
دینی وعصری علوم کی مثالی درس گاہ

خصوصیات

داخلہ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ / ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۷ء سے شروع

- ☆ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
- ☆ اولی تا دورہ حدیث (M.A) کی تعلیم
- ☆ مستند وتجربہ کار مشفق اساتذہ
- ☆ حفظ وناظرہ (اردو لکھائی پڑھائی کے ساتھ)
- ☆ رابطۃ المدارس الاسلامیہ کے نصاب کے مطابق شعبہ ابتدائیہ واعدادیہ (کلاس ۱ سے مڈل تک)
- ☆ تجوید کا خصوصی سرٹیفکیٹ کورس
- ☆ کمپیوٹر میں سرٹیفکیٹ کورس کی تعلیم

داخلہ اہلیت کی بنیاد پر دیا جائے گا

الحمدللہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا تیسرا گروپ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے

سہولیات

- ☆ طلبہ کے لیے رہائش، طعام، وظائف، کتب وطبی سہولیات مفت
- ☆ تخصص ودورہ حدیث وموقوف علیہ کے طلبہ کے لیے خصوصی وظائف
- ☆ کھیل وتفریح کا بھی انتظام ہے

امتیازی خصوصیات: شعبہ تربیت — اسٹڈی سرکل — ہفتہ اسپیکر فورم — تربیتی عدالت

درس نظامی کی سند کو ہائر ایجوکیشن کمیشن نے M.A کے مساوی تسلیم کیا ہے۔

اب تک ہزاروں طلباء دورہ حدیث (مساوی M.A)، حفظ کی تعلیم حاصل کر کے معاشرہ میں دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ تمام خدمات صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر انجام دی جاتی ہیں۔

بینک اکاؤنٹ نمبر MCB:520-6 MCB:610-7 لیاقت مارکیٹ برانچ ملیر کراچی

منتظم اعلیٰ
سید آصف علی

جامعہ حنفیہ فاروقی مسجد

مہتمم
قاری فضل اکبر

پولیس چوکی، سعود آباد ملیر۔ کراچی فون نمبر 4504975 - 021-4506212

نماز: تعدیل ارکان

پروفیسر محمد اسحاق ○

رمضان المبارک کی آمد سے اہلِ ایمان کے ایمان اور عبادت اور بندگی کے رجحان میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگوں کا مساجد کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ نماز کے دیگر احکامات کے ساتھ ساتھ تعدیل ارکان' یعنی نماز کو ٹھیر ٹھیر کر ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس اہمیت کے پیشِ نظر ایک تحریر نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ایسے اعمال پسند ہیں جو سنوار کر کیے گئے ہوں اور حُسن و خوبی سے متصف ہوں۔ قرآن پاک میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملک ۶۷:۱-۲) اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے زیادہ خوب صورت عمل کس کے ہیں۔

دیکھیے یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل کس کے ہیں بلکہ فرمایا خوب صورت عمل کس کے ہیں۔ گویا اللہ کو ہماری طرف سے صرف اعمال نہیں' خوب صورت اعمال مطلوب ہیں۔ ہم اپنی نمازوں کو کس طرح مؤثر اور خوب صورت بنائیں؟ اس ضمن میں ہم تعدیل ارکان کا ذکر کریں گے۔

● **مفہوم اور تقاضے**: تعدیل بمعنی توازن و اعتدال میں دو باتیں شامل ہیں: ایک یہ کہ اعمال نماز میں سے ہر عمل کو ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے ادا کیا جائے۔ عجلت اور تیز رفتاری سے پڑھے

○ پنجاب کالج آف کامرس' لاہور

جانے والے اذکار و آیات پر تفکر و تدبر ممکن نہیں ہوتا۔ جملے اور الفاظ غیر شعوری طور پر، سرعت کے ساتھ یکے بعد دیگرے زبان سے ادا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ذہن الفاظ پر ٹک ہی نہیں سکتا۔

تعدیل کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ارکان و اعمال باہم متوازن و متناسب ہوں، مثلاً ایسا نہ ہو کہ رکوع بہت مختصر اور سجدہ بہت طویل ہو، یا قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونے کا وقفہ) بس برائے نام ہی ہو اور نمازی رکوع سے سر اُٹھاتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ نماز میں حُسن اسی صورت میں پیدا ہوگا جب نماز کے تمام اعمال باہم متناسب و متوازن بھی ہوں اور ادا بھی ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے کیے جائیں۔

عہدنبویؐ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی۔ نبی اکرمؐ بھی قریب ہی تشریف فرما تھے۔ نمازی نے جلدی جلدی نماز ادا کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے اسے فرمایا: لوٹ جا اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس شخص نے تین یا چار مرتبہ نماز پڑھی کیونکہ حضورؐ ہر مرتبہ فرماتے کہ پھر نماز پڑھ، تیری نماز نہیں ہوئی۔ آخر اس نے عرض کیا: حضورؐ مجھے سکھائیے کس طرح پڑھوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہر رکن کو اطمینان وسکون سے ٹھیر ٹھیر کر ادا کر۔ آپؐ نے قومے، جلسے، رکوع اور سجدے کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا اور ہر ایک کو اطمینان وسکون سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ حدیث کی صحیح ترین کتابوں بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔

آپ نے غور فرمایا اس آدمی کی نماز میں کیا خامی تھی۔ وہ نماز کو جلدی جلدی اور سر سے بوجھ اُتارنے کے انداز میں پڑھتا تھا۔ آپؐ نے اسے تاکید فرمائی کہ نماز کے سارے اعمال ٹھیر ٹھیر کر اور سنوار کر ادا کرے۔ یہی تعدیل ہے اس کے بغیر نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

● **مجدد الف ثانیؒ کی رائے:** حضرت مجدد الف ثانیؒ تعدیل ارکان کے ضمن میں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک نمازی کے پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ ارکان قومہ، جلسہ وغیرہ کو ٹھیک طرح سے ادا نہیں کر رہا تو فرمایا: ''گر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری اُمت میں نہ اٹھے گا''۔

ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ

نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع و سجود وغیرہ ٹھیک طرح سے ادا نہیں کر رہا۔ آپؐ نے اسے بلا کر پوچھا: تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا: ۴۰ سال سے۔ فرمایا: اس ۴۰ سال کے عرصے میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہ مرے گا"۔

ذرا آگے چل کر مکتوب الیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: "پس چاہیے کہ تعدیل ارکان، یعنی رکوع، سجود اور قومہ، جلسہ کی بخوبی ادائیگی کے لیے کوشش کی جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کی جائے، کیوں کہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہوتا جا رہا ہے۔ اس عمل کا زندہ کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جو شخص میری کسی مُردہ سنت کو زندہ کرتا ہے تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے"۔ (مکتوب ۶۹، دفتر دوم)

یہ بھی ضروری ہے کہ نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ کو نمازی زبان سے ادا کرے۔ ہونٹ ہلائے بغیر دل ہی دل میں پڑھنا درست نہ ہوگا۔ نماز انفرادی ہو تو پھر موقع چاہے قیام کا ہو یا تشہد کا، رکوع کا ہو یا سجدے کا، الفاظ کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ پڑھنے والے کے اپنے کان انھیں سنیں۔ نیز ہمیشہ ایک ہی سورت، مثلاً سورۂ اخلاص کی تکرار نہ کی جائے۔ سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سوروں کو بدل بدل کر پڑھنا چاہیے۔ اس طرح قراءت میں مشینی انداز ختم ہوگا اور شعوری طور پر پڑھنے کا رجحان پیدا ہوگا۔

چند تدابیر

نماز میں تیز رفتاری کی عادت نہایت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ:

۱- آیات و اذکار کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے ایک ایک جملے کو ٹک کر پڑھتے ہوئے آگے بڑھا جائے۔ نمازی ہر جملہ ارادے سے پڑھے، نہ کہ یاد سے۔

۲- انفرادی نمازوں میں رکوع اور سجدے میں صرف تین مرتبہ تسبیح پڑھنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ پانچ یا سات یا دس مرتبہ پڑھی جائیں اور ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے پڑھی جائیں۔

۳- وہ دعائیں اور اذکار یاد کر کے پڑھنے کو معمول بنایا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود وغیرہ میں پڑھتے تھے' مثلاً قومے میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمد کے بعد یہ دعا پڑھی جائے: حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكاً فِيْهِ (ایسی تعریف جو کثرت والی ہے' پاکیزہ ہے اور برکت والی ہے)۔ دونوں سجدوں کے درمیان پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (اے اللہ! میری بخشش فرما' مجھ پر رحم فرما' مجھے عافیت' ہدایت اور رزق عطا فرما)۔ علٰی ہٰذا القیاس۔ دعاؤں کی تفصیل کے لیے کسی حدیث کی کتاب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۴- ''......اور رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا چاہیے' یعنی رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر ایک تسبیح کی مقدار رکنا چاہیے اور دو سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنا چاہیے تاکہ قومہ اور جلسہ میں اطمینان حاصل ہو۔ جو شخص ایسا نہ کرے وہ چوروں میں داخل ہے''۔ (اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے)۔

یہ اقتباس حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے۔ جلد بازی کی عادت ختم کرنے کے لیے یہ ایک عمدہ تدبیر ہے اور احادیث ہی سے اخذ کی گئی ہے' یعنی ایک رکن ختم ہونے پر فوراً دوسرا نہ شروع کیا جائے۔ قیام میں قراءت مکمل ہونے پر فوراً رکوع میں جانے کے بجائے ذرا توقف کیا جائے۔ رکوع کی تسبیحات پڑھ لینے کے بعد فوراً قومے کے لیے کھڑے ہونے کے بجائے معمولی سا توقف کرلیا جائے۔ یوں اعمالِ نماز میں ایک طرح کا ٹھیراؤ اور وقار پیدا ہوگا۔ حضرت مجدد نے صرف قومے اور جلسے کے توقف کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اسی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔ (محمد ۴۷:۷)

ترکی خاموش انقلاب کی راہ پر

عبدالغفار عزیز°

اسے ایک اتفاق قرار دے کر نظرانداز بھی کیا جاسکتا ہے' لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس روز ترکی میں صدارتی انتخابات کے پہلے مرحلے کے لیے ووٹ ڈالے جارہے تھے' اسی روز ترک ساحلوں پر امریکی' اسرائیلی اور ترک افواج کی مشترکہ فوجی مشقوں کا آغاز ہورہا تھا۔ ترک سیاست میں ترک فوج کا یک طرفہ اور جانب دارانہ کردار کسی سے مخفی نہیں ہے اور خود کو ترک سیکولرزم کی محافظ قرار دینے والی اس فوج میں صہیونی و امریکی اثرونفوذ بھی موقع بہ موقع سرچڑھ کر بولتا ہے۔

۲۰ اگست ۲۰۰۷ء کو ہونے والے صدارتی انتخابات کے پہلے مرحلے کے نتائج حسب توقع حکمران انصاف و ترقی پارٹی (AKP) کے امیدوار عبداللہ گل کی شکست کی صورت میں نکلے۔ اس مرحلے میں ان کی اصل کامیابی یہ قرار پائی کہ فوج' ایوانِ صدر اور اپوزیشن سیکولر پارٹی کی تمام دھمکیوں کے باوجود پارلیمنٹ میں موجود رہنے والے ارکان کی تعداد دو تہائی سے کہیں زیادہ تھی۔ گذشتہ اپریل میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں اسی نکتے کو بنیاد بنا کر اعلیٰ عدالت نے پورا انتخابی عمل کالعدم قرار دے دیا تھا' اور اس کے بعد قبل از وقت انتخابات منعقد کروانا پڑے تھے۔

● **موجودہ اسمبلی**: ۲۲ جولائی کو وجود میں آنے والی اسمبلی سابقہ سے اس طرح مختلف ہے کہ اب رجب طیب اردوگان کی انصاف و ترقی پارٹی پہلے کی نسبت زیادہ قوت کے ساتھ منتخب ہوئی ہے۔ گذشتہ ایوان میں انھیں ۵۵۰ میں سے ۳۵۳ نشستیں حاصل تھیں لیکن تب اسے ۳۴ء۴۳ فی صد

° ڈائرکٹر، امور خارجہ' جماعت اسلامی پاکستان

ووٹ ملے تھے۔ اب اس کے ارکان کی تعداد ۳۴۱ ہے جو ایک رکن کے اسپیکر منتخب ہو جانے کے بعد ۳۴۰ رہ گئی، لیکن اسے ۴۶ء۷ فی صد، یعنی تقریباً نصف ووٹروں نے اپنا نمایندہ منتخب کیا ہے۔ پہلے اس کے علاوہ ایک ہی بڑی پارٹی ایوان میں موجود تھی۔ ڈینز بائیکال کی سربراہی میں سیکولرزم کی نمایندہ ری پبلکن پیپلز پارٹی (CHP) نے گذشتہ صدارتی انتخاب کا بائیکاٹ کیا تو ایوان میں صرف انصاف پارٹی کے ۳۵۴ ارکان رہ گئے جو دو تہائی کے لیے مطلوبہ ووٹوں سے ۱۴ کم تھے۔ حالیہ انتخابات کا پہلا مرحلہ آیا تو سیکولر پیپلز پارٹی نے حسب روایت اسلامی شعائر سے اپنی نفرت کا مظاہرہ کیا، اور کہا کہ ہم کسی صورت میں اس انتخابی عمل کا حصہ نہیں بنیں گے جس کے نتیجے میں منتخب صدر عبداللہ گل کی اہلیہ خیرالنساء سر پہ اسکارف رکھنے کے باوجود ایوانِ صدر کی مکین بن جائے۔ اسکارف والی خاتونِ اوّل کمال اتاترک کی روح کو اذیت سے دوچار کردے گی۔ لیکن اس بار اس کے بائیکاٹ کے باوجود نہ صرف ۵۵۰ میں سے ۴۴۸ ارکان ایوان میں موجود رہے بلکہ انھوں نے گل کے مقابلے میں ووٹنگ میں حصہ لیا۔

اس انتخاب میں دوسرا امیدوار نیشنلسٹ تحریک کی طرف سے تھا۔ صباح الدین چکماک نامی اس امیدوار کو ۷۰ ووٹ ملے، بائیں بازو کی ڈیموکریٹک پارٹی (DSP) کے امیدوار تایفون اِچلی نے بھی وقت ختم ہونے سے دو گھنٹے پہلے کاغذات نامزدگی جمع کروا دیے تھے انھیں ۱۳ ووٹ ملے۔ دونوں امیدواروں کی پارٹی ارکان اسمبلی کی تعداد بھی اتنی ہی ہے۔ موجودہ اسمبلی میں ایک اور اہم عنصر کرد ارکان ہیں۔ ترک پارلیمانی نظام کے مطابق اگر ۲۰ سے زائد ارکان اپنا الگ گروپ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں۔ آزاد حیثیت میں منتخب ہو کر آنے والے یہ ۲۴ ارکان اب کرد آبادی کی نمایندگی کرنے کے لیے ایک مؤثر گروپ ہیں۔ ترکی قانون کے مطابق کسی بھی پارٹی کو اسمبلی میں آنے کے لیے کم از کم ۱۰ فی صد ووٹ درکار ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے ۱۳ برس تک کوئی کرد رکن پارلیمنٹ میں نہیں آسکا تھا کیونکہ وہ ہر بار ۱۰ فی صد کی حد پار نہیں کرسکے تھے۔ اس بار وہ آزاد امیدواروں کی حیثیت سے آئے اور ۲۴ کا گروپ بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

● **ترکی کا گیارھواں صدر**: موجودہ سیاسی تناظر میں دیکھیں تو عبداللہ گل صدارتی انتخاب کے پہلے مرحلے میں ہی عملاً ترکی کے گیارھویں صدر منتخب ہوگئے ہیں۔ اگرچہ پہلے مرحلے

میں مطلوبہ ووٹ نہیں مل سکے لیکن ۲۸ اگست کو تیسرے مرحلے میں پارٹی کے ۳۴۰ یقینی ووٹ روزِاوّل سے وزیرخارجہ عبداللہ گل کو صدر عبداللہ گل کا روپ دے چکے ہیں۔

۵۷ سالہ گل ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو قیصری شہر کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ استنبول یونی ورسٹی سے اقتصادیات میں ڈگری حاصل کی' پھر برطانیہ سے اقتصادیات ہی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۱ء تک اسلامی ڈویلپمنٹ بنک میں اقتصادی ماہر کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۹۱ء میں ترکی واپس جاکر اپنے استاد اور قائد نجم الدین اربکان کے ساتھ انتخابی عمل میں باقاعدہ شریک ہوگئے۔ ۹۱ء سے لے کر اب تک قیصری سے ہر بار انتخاب جیتا۔ ۱۹۹۵ء میں مخلوط حکومت بنی تو عبداللہ وزیرمملکت براے امور خارجہ بنے لیکن ۱۹۹۷ء میں سیکولرزم کی حفاظت کے نام پر فوج نے اربکان حکومت کا خاتمہ کردیا۔ ۱۹۹۸ء میں رفاہ پارٹی ہی کو غیرقانونی قرار دیدیا گیا۔ اربکان نے فضیلت پارٹی بنائی تو گل اس کا نہ صرف حصہ تھے' بلکہ انھوں نے پارٹی کا صدارتی انتخاب لڑا' اور پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین اربکان کے معتمدعلیہ ساتھی رجائی قوطان سے مقابلے میں ناکام رہے۔ ۲۰۰۱ء میں 'فضیلت' پر بھی پابندی لگی تو اربکان نے 'سعادت پارٹی' بنانے کا اعلان کردیا۔ اس موقع پر گل' اردوگان اور تقریباً ۵۰ فی صد ارکان نے اس کا حصہ بننے کا بجاے انصاف و ترقی پارٹی (AKP) کا اعلان کردیا۔ گل اور اردوگان بھی پروفیسر اربکان کے انتہائی معتمدترین ساتھیوں میں سے تھے۔ رفاہ پارٹی کی حکومت اور اس سے پہلے ترک بلدیاتی اداروں میں رفاہ پارٹی کی خدمات میں دونوں کا کردار کلیدی تھا۔ رجب طیب نے استنبول کے میئر کی حیثیت سے انتہائی جانفشانی' ایمان داری اور اہلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی تحریک کے بارے میں لوگوں کے عمومی تاثر کو یک سر بدل دیا تھا۔ دونوں نوجوان' یعنی صدر اور وزیراعظم اپنی اسلامی شناخت اور اسلامی فکر کے اعتبار سے اتنے ہی یکسو تھے جتنے خود ان کے بزرگ رہنما' پروفیسر اربکان اکثر و بیش تر اپنے خصوصی نمایندے کی حیثیت سے عبداللہ گل ہی پر اعتماد کیا کرتے تھے۔ اپنے استاد و رہنما اربکان کی طرح رجب طیب اردوگان پر بھی سیکولرزم کو چیلنج کرنے کا الزام تھا۔ ایک اجتماع میں انھوں نے جب ترک قومی شاعر کی ایک نظم کو استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کہا کہ ''ہاں اگر ہم پر دہشت گردی کا الزام ہے تو شاید تم درست کہتے ہو' دیکھو یہ مسجدیں

ہماری بیرکیں، ان کے مینار ہمارے نیزے اور ان کے گنبد ہماری ڈھالیں ہیں"، تو ان پر مقدمہ چلا، قید کی سزا سنا دی گئی اور سیاست میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

جب اربکان سے علیحدگی اور انصاف و ترقی پارٹی بنا لینے کے بعد طیب اردوگان دو تہائی کے قریب اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تب بھی وہی مسجدوں کے 'دہشت گردانہ' استعارے کے الزام میں لگی اس پابندی کی مدت باقی تھی۔ ایک دوسرے کے سائے کی حیثیت اختیار کر جانے والے طیب و عبداللہ نے فیصلہ کیا کہ عبداللہ تب تک وزیراعظم ہوں گے جب تک طیب پر لگی پابندی کی مدت پوری نہ ہو جائے۔ یہ مدت پوری ہوئی، طیب رکن اسمبلی بنے، عبداللہ گل نے بغیر ادنیٰ تأمل کے وزارت عظمیٰ کی 'امانت' طیب اردوگان کے سپرد کی اور خود ان کی کابینہ میں وزیر خارجہ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان لڑکپن ہی سے 'گل' اور 'بوے گل' جیسا یہ تعلق، ایک اکیلا اور دو گیارہ کی عملی تفسیر ہے۔

'انصاف و ترقی' کی تشکیل کے اعلان سے لے کر ان کی واضح جیت تک اور پہلی حکومت سازی سے لے کر حالیہ انتخابات تک ترکی کے اندر اور باہر ایک گہرا تاثر یہ اُبھرا کہ ان نوجوانوں کا یوں الگ ہو کر نئی پارٹی بنانے اور اپنے سابقہ تعارف و نسبت کا یک گونہ پردے میں لے جانے کا فیصلہ، بنیادی طور پر باہمی مشورے اور حکمت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ ترک ووٹروں کی ایک بڑی تعداد کا بھی یہی تاثر تھا کہ 'انصاف و ترقی' کو پروفیسر اربکان کی خاموش و خفیہ سرپرستی حاصل ہے۔ ان کا خیال تھا کہ چونکہ کمال اتاترک کے ظالم جانشینوں نے سیکولر فوج کی مدد سے جب اربکان اور ان کی تحریک کے سامنے تمام راستے بند کر دیے، ان کی ملی نظام پارٹی، ملی سلامت پارٹی، رفاہ پارٹی، فضیلت پارٹی اور پھر سعادت پارٹی کا ناطقہ بند کرنے کے لیے کسی اخلاقی و قانونی ضابطے کو خاطر میں نہیں رکھا گیا تو 'انصاف و ترقی' کے نام پر آگے بڑھنے کا فیصلہ، کسی خفیہ اتفاق رائے سے کیا گیا۔ اس تاثر نے پروفیسر اربکان کے لاکھوں متوالوں کے ووٹ بھی اردوگان کے پلڑے میں ڈال دیے۔

حقیقت میں یہ تاثر بالکل خلافِ واقع ہے۔ حالیہ انتخابات میں ڈاکٹر اربکان نے اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کیا۔ اگرچہ اس لہجے کا آغاز علیحدگی کے وقت سے

ہی ہوگیا تھا، لیکن اب اردوگان اور ان کی پارٹی پر نجم الدین اربکان کی تنقید اپنے انتہائی عروج پر ہے۔ مئی کے اختتام میں ان سے تفصیلی ملاقاتوں کا موقع ملا، وہ اور ان کی سعادت پارٹی کے اکثر رہنما اس بات پر مکمل طور پر یکسو اور پختہ راے رکھتے تھے کہ 'انصاف و ترقی' پارٹی کی قیادت نہ صرف مکمل طور پر امریکی اطاعت قبول کرچکی ہے، بلکہ علاقے میں امریکی، صہیونی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ان کے ایجنٹ کی حیثیت اختیار کرچکی ہے۔ اربکان صاحب کے الفاظ میں: ''اگر کوئی شخص نماز بھی پڑھتا ہو لیکن سلام پھیرتے ہی صہیونی دشمن کے صدقے واری جاتے ہوئے ان کی غلامی اختیار کرلے تو جو فرق اس میں اور ایک کھرے مسلمان میں ہے وہی فرق انصاف پارٹی اور سعادت پارٹی میں ہے''۔ ان کا کہنا تھا کہ ''سوویت یونین کے خاتمے کے بعد اب دائیں اور بائیں کی تقسیم ختم ہوچکی ہے۔ اب دنیا کی تقسیم یوں ہے کہ ایک طرف صہیونی اور ان کے حلیف ہیں اور دوسری طرف ان کے مخالفین ہیں''۔ ان کے ایک کارکن گویا ہوئے: پاکستانی اور اسرائیلی وزراے خارجہ کے درمیان ملاقات کروانے میں اردوگان حکومت کا اہم کردار تھا، کیا اس کے بعد بھی تمھیں کوئی دلیل چاہیے ان کی صہیونیت نوازی کی؟''

● **اہم نظریاتی بحث**: پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین اربکان اور ان کے رفقاے کار انصاف و ترقی پارٹی اور اس کی قیادت کے انحراف کے بارے میں مختلف ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی کے بارے میں تو ایک غیر جانب دار تجزیہ نگار انصاف پارٹی کے لیے جواز تلاش کرسکتا ہے کہ شاید یہ حکمت کا تقاضا ہو، مثلاً یہ کہ اپنی پارٹی میں بظاہر کسی اسلامی شناخت، اسلامی نعرے یا اسلامی پروگرام کا اعلان نہیں کرتے، اپنی پارٹی میں ہر طرح کے افراد کو نہ صرف جگہ دی ہے بلکہ اہم ذمہ داریاں سونپ دی ہیں۔ مثال کے طور پر حالیہ جیت کے بعد پارلیمنٹ کا اسپیکر اپنی پارٹی کے ایک سیکولر شخص کوکسال توپتان کو منتخب کروایا ہے۔ سیکولر ہونے کے باعث دیگر سیکولر حضرات نے بھی انھیں ووٹ دیے اور وہ دو تہائی (۳۶۷) سے بھی کہیں زیادہ (۴۵۰) ووٹ لے کر اسپیکر منتخب ہوگئے۔ کوکسال کے سیکولر ہونے کی ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ ان کی اہلیہ سر پہ اسکارف بھی نہیں رکھتیں اور یہ سیکولرزم کے محافظوں کے لیے بے حد تسلی بخش ہے۔ کوکسال کو اسپیکر بنانے کے بعد اردوگان کے بارے میں یہ تجزیے بہت شدومد اور اصرار سے شائع ہوئے کہ وہ صدارت کے

لیے بھی عبداللہ گل کے بجائے کوئی ایسا امیدوار چاہتے ہیں جو دوسروں کے لیے قابلِ قبول ہو اور اس کی اہلیہ اسکارف نہ لیتی ہو۔

اردوگان اور ان کے رفقاے کار کے بارے میں زیادہ اہم اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یورپی یونین میں شمولیت ان کی سب سے اہم ترجیح ہے اور اس مقصد کی خاطر وہ تمام ایسے اقدامات کرتے چلے جارہے ہیں جن کا ان سے تقاضا کیا جائے خواہ وہ اسلامی تعلیمات سے کتنے ہی متصادم کیوں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر باہمی رضامندی سے بدکاری کو جرم نہ قرار دینے کے لیے قانون سازی، دستور میں خاندان کی اس تعریف کے بجائے کہ ''خاندان میاں بیوی سے عبارت ہے''، یہ تعریف شامل کرنا کہ ''خاندان دو افراد کی رضامندی سے تشکیل پاتا ہے'' (یعنی خواہ دونوں ایک ہی جنس سے کیوں نہ ہوں)، خنزیر کے گوشت کی کھلے عام فروخت پر سے پابندی ختم کردینا وغیرہ۔ یہ اور اس طرح کے اقدامات کی ایک طویل فہرست پیش کی جاتی ہے کہ اب ان اقدامات کے بعد کوئی کیسے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ اپنے ماضی کے نظریات سے وفادار ہیں اور ان کے یہ سارے اقدامات صرف سیکولر فوج کے شر سے بچنے کی خاطر ہیں۔

اس تناظر میں عالمِ عرب میں یہ بحث بہت شدومد سے چھیڑی گئی کہ اگر ترکی میں ایک جماعت اپنے اسلامی نظریات سے (بظاہر یا حقیقتاً) دست بردار ہوکر کامیابی کے زینے طے کرسکتی ہے تو عالمِ اسلام کی باقی جماعتیں کیوں اپنی اسلامی شناخت پر مصر ہیں۔ وہ کیوں دورِحاضر کے تقاضوں سے مفاہمت کے لیے تیار نہیں ہیں؟ اس سلسلۂ بحث میں انصاف و ترقی پارٹی کے دفاع و ستایش میں بھی بہت کچھ لکھا جارہا ہے۔ معروف امریکی دانش ور گراہم وولر اپنے مضمون 'ترکی میں اسلامیوں کی جیت' میں لکھتے ہیں: ''انصاف پارٹی کے اس اعلان کے بعد کہ وہ ملک میں نفاذِ شریعت کا ارادہ نہیں رکھتے اور سیکولرزم کی تائید کرتے ہیں، اس پر غیراسلامی پارٹی ہونے کا الزام لگایا جارہا ہے۔ کئی اسلامی عناصر اس پر الزام لگا رہے ہیں کہ اس نے ترکی کو مغرب کے ہاتھوں فروخت کرڈالا ہے۔ آیئے ان الزامات کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ترکی کے دستور کے مطابق ہر وہ پارٹی جو سیکولر نظام کا خاتمہ چاہتی ہے، غیرقانونی ہے۔ ایسے میں وہ اس کے علاوہ اور کیا بیان دے سکتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ایک فریق انھیں غیراسلامی کہہ رہا ہے اور دوسرا ان پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ وہ 'تقیہ' کے اصول پر

عمل کرتے ہوئے اپنی اسلامی شناخت کو چھپانے کے لیے سیکولرزم کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں''۔

وہ مزید کہتے ہیں: ''کیا صرف نفاذ شریعت ہی وہ اکلوتا معیار رہ گیا ہے جس سے کسی کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا تعین ہو؟ آج کے جدید معاشرے میں شریعت کے علاوہ اور بڑے گنجلک مسائل ہیں، جیسے جنگ یا امن، تعلیم اور ٹیکسوں کا نظام، عالمی قرضوں کا نظام اور عالمی سرمایہ کاری، ٹکنالوجی اور تجارت، یہ وہ تمام مسائل ہیں جن کا شریعت سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے''۔

اگرچہ گراہم وولر کے اس پورے استنباط میں شریعت کے بارے میں خود ان کا اپنا تصور بہت ادھورا و ناقص ہونا واضح ہو رہا ہے لیکن اپنے تجزیے میں وہ اس بات پر خصوصی اصرار کرتے ہیں کہ ''انصاف پارٹی کی جیت سے امریکا اسلامی تحریکوں کے بارے میں اپنے رویے پر نظرثانی کرسکتا ہے۔ امریکا جو ایرانی انقلاب اور خاص طور پر نائن الیون کے بعد اسلامی عناصر کے بارے میں بہت منفی نقطۂ نظر رکھتا ہے، اب انصاف پارٹی کی پالیسیوں اور واضح کامیابی کے بعد اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ امریکی وزارتِ خارجہ نے ترکی میں منصفانہ انتخابات پر ترکی کو مبارک باد پیش کی ہے اور اگر انصاف و ترقی پارٹی اچھی حکومت تشکیل دیتی ہے تو امریکا اس سے اچھے تعلقات کا خواہاں ہوگا۔ یہ امر مستقبل میں دیگر اسلامی تحریکوں کو بھی قبول کر لینے کی نظیر بن سکتا ہے''۔ گراہم وولر مؤثر امریکی اداروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ عالمِ اسلام کے بارے میں ان کی راے اہم قرار دی جاتی ہے۔ وہ جب اسلامی جماعتوں اور مسلم معاشرے کو مشورہ دیتے ہیں کہ ''حقیقت یہ ہے کہ دین و شریعت سے سروکار رکھنے والی کسی پارٹی کو اقتدار میں آنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ حکومتی معاملات چلانا دینی مسائل حل کرنے سے مختلف چیز ہے۔ دینی مسائل اہم چیز ہیں لیکن اگر کوئی جماعت بنیادی طور پر انھی مسائل کے گرد گھومتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایک دعوتی تحریک بن جائے۔ دینی و اخلاقی خطاب کرے لیکن اسے حکومت نہیں بنانی چاہیے''۔ تب یہ بحث ایک نئی جہت اور نئی اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔

تیونس کی اسلامی تحریک کے سربراہ شیخ راشد غنوشی نے بھی اس ضمن میں بہت اہم مضمون تحریر کیا ہے لیکن انھوں نے اس نظریے کی مذمت و تردید کی ہے کہ اسلامی تحریکوں کو جیتنے کے لیے اپنے اسلامی تشخص، اسلامی پروگرام اور اسلامی اقدار و تعلیمات سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔

انھوں نے عالمِ اسلام کے سیکولر عناصر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر انصاف و ترقی پارٹی ترکی کے سیکولر دستور کا احترام کرتے ہوئے خود کو ایک سیکولر تحریک کے روپ میں پیش کرتی ہے تو پھر عالمِ اسلام کی سیکولر پارٹیوں کو بھی اپنے ممالک کے اسلامی دساتیر کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا چاہیے۔

ان کے بقول: ''ترکی کا تجربہ وہاں کے مخصوص حالات کا حتمی نتیجہ ہے۔ یہ دیگر اسلامی ممالک کے لیے مثال نہیں بن سکتا۔ یہ تجربہ وہاں کے جبر اور اضطراری کیفیت کا ماحصل ہے۔ سالہا سال کے تلخ تجربات کے بعد حالات نے اسلامیانِ ترکی کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنے اس عقیدے کے خلاف نظریات اپنانے کا اعلان کریں کہ اسلام صرف عقیدہ ہی نہیں کامل منہاجِ حیات ہے...... دنیا بھر میں اسلامی بیداری کی مضبوط سے مضبوط تر ہوئی لہر میں بالآخر ترک اسلام کو بھی ضم ہونا ہوگا۔ بالآخر سب کو اسلام کے اسی عظیم چشمۂ صافی سے سیراب ہونا ہے جس میں نہ کوئی تلچھٹ ہے، نہ کوئی تحریف''۔

اگرچہ ہر دور میں اس سوال کا جواب اپنے اپنے انداز میں دیا گیا ہے لیکن اسلامی تحریکوں کو قابلِ قبول بننے اور خود کو عالمی حالات کے مطابق ڈھال لینے یا اکل کھرے انداز سے اپنے نظریات و مقاصد پر جمے رہنے کی اس اہم نظریاتی بحث پر بے لاگ، غیر جانب دارانہ، غیر معذرت خواہانہ اور مکمل طور پر کھلے دل و دماغ سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں سید قطبؒ کی مفصل تحریر میں سے یہ مختصر اقتباس بھی پیش نظر رہے:

> ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنھیں سب صادق و امین مانتے تھے، جنھیں قریش نے بھی حجر اسود رکھنے کے معاملے میں فیصلے کا اختیار دیا اور جو بنی ہاشم سے اور قریش میں بھی اعلیٰ ترین نسب رکھتے تھے، کے لیے زیادہ مناسب ہوتا کہ وہ پہلے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ جب سب عرب ان کا اقتدار تسلیم کرتے ہوئے انھیں اپنا حکمران و سربراہ تسلیم کر لیتے تو پھر آپؐ اس پورے اقتدار کو عقیدۂ توحید راسخ کرنے اور لوگوں کو اپنا مطیع فرمان بنا لینے کے بعد ان کے رب کے اقتدار کے سامنے جھکانے کے لیے صرف کر دیتے...... لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہے

اپنے رسولؐ کو یہ راہ نہیں دکھائی بلکہ آغازِ کار ہی سے فرما دیا کہ لا الٰہ الا اللہ کا واضح اعلان کردیجیے۔ اس راستے میں آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جو بھی اذیت پہنچے اسے برداشت کیجیے۔

● **آیندہ درپیش چیلنج**: اب' جب کہ صدارت' وزارتِ عظمیٰ' پارلیمنٹ میں واضح اکثریت کا ہدف حاصل ہو رہا ہے تو کیا اب واقعی ایک خاموش انقلاب واقع ہو جائے گا؟ اس سوال کے جواب میں بڑے بڑے خطرات منہ پھاڑے آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ ترکی کی تاریخ میں ایسا دوسری مرتبہ ہوا ہے کہ حکمران پارٹی نے الیکشن لڑا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ اکثریت سے جیتی۔ ۱۹۵۴ء میں بھی ایسا ہوا تھا جب وزیراعظم عدنان مندریس دوسری بار پہلے سے بھی زیادہ اکثریت سے جیتے اور انھوں نے اقتصادی و قانونی محاذ پر بڑی فیصلہ کن اصلاحات کیں' دینی شعائر پر سے پابندی ختم کردی۔ امام خطیب اسکول کے نام سے دینی تعلیم کے ادارے قائم کیے (خود رجب طیب اردوگان نے بھی انھی اداروں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی) لیکن پھر بالآخر عدنان مندریس کو یہ کہہ کر سزاے موت دے دی گئی کہ یہ اتاترک کے نظام کے خلاف انقلاب لا رہا تھا۔

مستقبل قریب میں ان انتخابات اور انصاف پارٹی کی مقبولیت کے حقیقی اثرات و نتائج سامنے آنا شروع ہوجائیں گے لیکن جو نتائج اس وقت دنیا کے سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ گذشتہ ۸۰ برس سے زائد عرصے سے جاری نام نہاد روشن خیال پالیسیوں اور اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات کے جواب میں ترک عوام کی واضح اکثریت' ایک سروے کے مطابق ۶۵ فی صد نے سیکولر قوتوں سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

ترجمان القرآن کی ترسیل کا ایک تقریباً فول پروف سسٹم ہے۔ ہم دوبار چیک کرتے ہیں۔ تاہم پھر بھی اگر کسی کو رسالہ نہ ملے--- اور ۲' ۳ فی صد ڈاک نہ پہنچنا بالکل ممکن ہے--- تو آپ ۱۰ تاریخ کے بعد خریداری نمبر کے ساتھ مطلع کریں۔ آپ کو رسالے کی فوری ترسیل کی جائے گی۔ شکایت ہمیشہ متعین کریں اور براہِ راست دفتر کو ارسال کریں۔

پاکستان کے تعلیمی نظام میں امریکی مداخلت

نصراللہ گورایہ ؂

نائن الیون کے بعد امریکی استعمار دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں مسلم ممالک پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے جن سوچے سمجھے منصوبوں پر عمل پیرا ہے ان میں سے ایک نئی نسلوں کی فکر و عمل کو اس سانچے میں ڈھالنا ہے کہ وہ اپنی اقدار کے باغی ہو کر مغربی اقدار کے علَم بردار بن جائیں۔ اس حوالے سے اپنے تھنک ٹینکس کی رپورٹس کی رہنمائی میں مسلم ممالک میں متعدد منصوبے زیرعمل ہیں۔ پاکستان کے حوالے سے ایک مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔(ادارہ)

لنکن کارنرز کا قیام

لنکن کارنرز سابق امریکی صدر ابراہام لنکن کے نام پر پاکستان کی جامعات اور دیگر بڑے اور نام ور تعلیمی اداروں میں قائم کیے جا رہے ہیں۔ اس وقت پاکستان کے تعلیمی اداروں میں چار لنکن کارنرز کام کر رہے ہیں جن میں پشاور یونی ورسٹی، اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، کراچی رنگون والا کمیونٹی سنٹر اور آزاد جموں و کشمیر یونی ورسٹی مظفر آباد شامل ہیں۔ ان میں سے ہر لنکن کارنر پر ۵۰ ہزار امریکی ڈالر لاگت آئی ہے اور اب اگلا ہدف پنجاب یونی ورسٹی اور ملک کی دیگر نامور جامعات اور تعلیمی ادارے ہیں۔

ان لنکن کارنرز میں ایسی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں امریکی سفارت کار، دانش ور اور دیگر حضرات شریک ہو سکیں اور براہ راست پاکستان کے طلبہ و طالبات سے مخاطب ہوں۔ مثلاً ''امریکی سفیر ریان سی کروکر نے ۷ مارچ ۲۰۰۷ء کو امریکی قونصل خانہ پشاور میں یونی ورسٹی

؂ ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان

کے طالب علموں کے تیسرے سالانہ مذاکرے کا افتتاح کیا۔ اس سال بحث کا عنوان ہے 'جمہوری مکالمات'۔ امریکی سفیر نے اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ صدر بش نے جمہوریت کے فروغ کو امریکی خارجہ پالیسی کا کلیدی ستون قرار دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ صدر مشرف نے وعدہ کیا ہے کہ پاکستان میں امسال آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرائے جائیں گے۔ امریکا اس فیصلے کی حمایت کرتا ہے۔ 'جمہوری مکالمات' کے شرکا کا انتخاب کڑی شرائط پر پورا اترنے والے طالب علموں میں سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ پشاور کے علاقے میں ۹ جامعات اور اداروں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ (ماہنامہ خبر و نظر' اسلام آباد' مارچ ۲۰۰۶)

پشاور یونی ورسٹی میں ۲۰ مارچ ۲۰۰۷ء کو 'امریکی فارن سروس میں خواتین کی تاریخ' پر خطاب کرتے ہوئے امریکی قونصل خانہ کی پرنسپل آفیسر لین ٹریسی نے کہا: ''امریکی خواتین نے گذشتہ صدی کے دوران مختلف شعبوں بشمول سفارت کاری میں زبردست پیش رفت کی ہے''۔ انھوں نے کہا کہ ''محض ۳۷ برس قبل امریکی خواتین کو شادی کرنے کے لیے فارن سروس سے استعفا دینا پڑتا تھا۔ آج وزراے خارجہ البرائیٹ اور رائس نے ثابت کر دیا ہے کہ خواتین امریکا کی اعلیٰ سفارت کار کی حیثیت سے مؤثر طور پر خدمات سرانجام دے سکتی ہیں''۔ (ایضاً' اپریل ۲۰۰۷ء ص ۹)

ان لنکن کارنرز کے ذریعے امریکا کی پالیسیوں کے لیے حمایت حاصل کرنا، امریکا کے مجروح ہوتے ہوئے تشخص کو سہارا دینا اور پاکستانی طلبہ کو اسلام اور پاکستان کی تاریخ کے بجاے امریکا اور امریکیوں کی تاریخ سے آگاہ کرنا پیش نظر ہے۔ اس میں ہونے والی تقریبات، ورکشاپس اور ڈائیلاگ کے ذریعے ان مقاصد کی آبیاری کی جائے۔

لنکن کارنرز کے بارے میں خبر و نظر ماہ جون ۲۰۰۷ء کے صفحہ ۸ پر ملاحظہ ہو: اس میں ملٹی میڈیا سہولیات، کتابیں اور رسائل موجود ہوتے ہیں جس سے ہر شخص استفادہ کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ پروگرام، تقریبات اور مختلف سرگرمیوں کے لیے ریڈنگ روم اور میٹنگ روم بھی موجود ہوتے ہیں۔ یہاں دستاویزی فلموں، مذاکروں، ورکشاپس، اجلاسوں اور نمایشوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں مختلف امریکی دانش ور شریک ہوتے ہیں اور پاکستان کے طلبہ و طالبات پر اثرانداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

فل برائٹ اسکالر شپ پروگرام

ہائیر ایجوکیشن کمیشن (HEC) نے اس وقت پاکستان میں اسکالرشپ کی لوٹ سیل لگا رکھی ہے اور اندھا دھند ایسے اسکالرشپس بانٹ رہا ہے جن کا فائدہ نہ تو پاکستان کو ہوگا اور نہ متعلقہ امیدوار کو ہی۔ یہ مختلف اسکالرشپس اسکیمیں ہیں جو اس وقت چل رہی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی اسکیم جو براہِ راست امریکی وزارت خارجہ کے تحت ہے پاکستانی طلبہ کے لیے ہے اور اس میں (HEC) کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ امریکی وزارت خارجہ براہ راست ان کے جملہ امور کو دیکھتی ہے۔ آیندہ پانچ برسوں میں ہر سال، ۵۰ پی ایچ ڈی اور ۱۰۰ ماسٹر کے امیدوار امریکا جائیں گے اور اس پر ۱۵۴ ملین ڈالر خرچ ہوں گے۔

● جناب پیٹر بوڈی نے کہا کہ آیندہ تعلیمی سمسٹر میں امریکی اسکالر بھی فل برائٹ پروگرام کے تحت پاکستان آنا شروع ہو جائیں گے جو پاکستانی جامعات اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھائیں گے اور تحقیق کریں گے۔ گویا دوطرفہ تبادلہ پروگرام کے تحت پاکستانی طلبہ و طالبات کو امریکا بھیجا جائے گا۔ امریکی دانشور پاکستان کے تعلیمی اداروں میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیں گے، یعنی پاکستان کے تعلیمی اداروں کو امریکی کالونی بنانے کے منظم اور مربوط پروگرام کے ذریعے سے ایسے لوگ تیار کیے جائیں جو زبان حال اور زبان قال سے پکار پکار کر کہ رہے ہوں کہ ؎

انھی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی
انھی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

● پاکستان بھر سے فل برائیٹ وظیفہ پانے والے ۱۰۰ سابق طالب علموں اور ۲۰۰ سے زائد نئے طالب علموں نے ہفتہ ۲۸ اپریل ۲۰۰۷ء کو قائداعظم یونی ورسٹی اسلام آباد میں چوتھی فل برائٹ ایلومینائی (Alumini) میں شرکت کی۔ کانفرنس کا موضوع 'تہذیبوں کا مکالمہ' تھا۔ امریکا سے تعلق رکھنے والے اسکالرز نے بھی جو جنوب ایشیائی ملکوں میں درس و تدریس سے منسلک ہیں اس کانفرنس میں شرکت کی۔ (خبر و نظر، جون ۲۰۰۷ء)

● پچھلے سال جب فل برائٹ اسکالرشپ کا اشتہار اخبارات کی زینت بنا تو اس میں وہ معیار بتایا گیا تھا جس کی بنیاد پر یہ اسکالرشپ ملے گا۔ آخر میں یہ الفاظ درج تھے کہ ''فاٹا (صوبہ

سرحد)اور بلوچستان کے طلبہ اگر اس معیار پر پورا نہ اترتے ہوں تو بھی وہ درخواست دے سکتے ہیں''۔ گویا فاٹا اور بلوچستان کے لوگوں سے امریکا کو خصوصی محبت ہے جس کا اظہار وہ کبھی وزیرستان پر بم باری کی شکل میں اور کبھی اسکالرشپس کی صورت میں کرتا رہتا ہے۔

آغاخان امتحانی بورڈ کا قیام

پاکستان کے نظام تعلیم کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے اور تعلیمی اداروں میں من پسند نصاب کو متعارف کروانے کے لیے ایک ایسی کمیونٹی کا سہارا لیا گیا جو اپنے نظریات اور عقائد کے اعتبار سے پاکستانی معاشرے سے کٹے ہوئے لوگ ہیں۔ ہماری مراد آغا خان امتحانی بورڈ سے ہے۔ پاکستانی قوم کی بھرپور مخالفت اور احتجاج کے باوجود امریکی ایما پر بننے والا آغا خان بورڈ آنے والے حالات میں انتہائی گمراہ کن کردار ادا کرے گا۔ معاشرے میں اس کے خلاف مزاحمت موجود ہے لیکن آہستہ آہستہ اس کو قابل قبول بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کو امریکا نے ۵ء۴ ملین ڈالر کی امداد دی جس سے اس بورڈ نے کام کا آغاز کیا۔ آغا خان بورڈ کے متعلق بہت ساری تفصیلات قارئین کے سامنے پہلے سے موجود ہیں اس لیے ہم اس کی تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔

کالج امپرووومنٹ پروگرام

اس پروگرام کے تحت کالج کی بہتری کے لیے امداد دی جاتی ہے۔ اس پروگرام کو بہت خوب صورت پیرایے میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت سوائے 'ایف سی کالج' کے پاکستان کے کسی تعلیمی ادارے کو کوئی مالی معاونت نہیں دی گئی ہے' اور ایف سی کالج کی بہتری کے لیے ۵ ملین ڈالر کی ابتدائی امداد دی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ۲۰۰۳ء میں اس کالج کو حکومت پنجاب نے امریکا کے ایک چرچ کے حوالے کر دیا تھا۔ اب یہ تعلیمی ادارہ عیسائی مشنریوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ پاکستان میں اسی طرح کے اور دیگر تعلیمی اداروں پر کام ہورہا ہے۔ جن میں گورڈن کالج راولپنڈی، مرے کالج سیالکوٹ اور دیگر جن کو حکومت پرائیویٹ کرنے کے منصوبے بنا رہی ہے تاکہ ایف سی کالج کے طرز پر ہر ڈویژن میں چرچ کا ایک ادارہ ہو جہاں سے عیسائی مشنری اپنا کام آسانی سے سرانجام دے سکیں۔

ESRA (ایجوکیشن سیکٹر ریفارم اسسٹینس)

اس پروگرام کے تحت پاکستان کو ابتدائی پانچ سالوں کے لیے (۰۷-۲۰۰۲ء) ۲۵ملین ڈالر کی امداد دی گئی تاکہ تعلیمی اداروں میں بنیادی تعلیمی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ یہ وہ پروگرام تھا جس سے ہماری حکومت اگر چاہتی تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرسکتی تھی۔لیکن الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس بات پر گواہ ہیں کہ کس طرح 'پڑھا لکھا پنجاب' کے نام پر خطیر رقم صرف اشتہار بازی اور دیگر تعیّشات پر صرف کی گئی۔ جس کے نتیجے میں قوم جہاں پر کھڑی تھی وہیں پر کھڑی رہ گئی۔ اس پورے پراجیکٹ میں اساتذہ کی تربیت کا پہلو خاص طور پر شامل رہا کہ اساتذہ کو جدیدیت کے نام پر تربیت دی جائے اور اس 'تربیت دینے' کا کام آغاخان فاؤنڈیشن کے سپرد کیا گیا تاکہ استعماری ایجنڈے کی تکمیل کا راستہ ہموار ہوسکے۔(بحوالہ US Aid from The American People، ص۱)

انٹر نیشنل وزیٹرز لیڈر شپ پروگرام

اس پروگرام کے تحت امریکا کا محکمہ خارجہ طلبہ، اساتذہ، وکلا، صحافی اور دیگر شعبہ ہاے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات کا چناؤ کرتا ہے اور پھر ان حضرات کو امریکا لے جایا جاتا ہے' اور قلب ونظر کو خیرہ کرنے والی مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر جب یہ لوگ واپس وطن لوٹتے ہیں تو پاکستان کے تعلیمی اداروں اور سیاسی کلبوں میں امریکا کی سفارت کاری کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ ان تمام لوگوں کا انتخاب خود امریکا کا محکمۂ خارجہ کرتا ہے۔ کسی یونی ورسٹی، وائس چانسلر یا حکومت پاکستان کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوتا۔

● غلام مصطفیٰ ماشوی، شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی خیرپور میں شعبۂ انگریزی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ وہ محکمہ خارجہ کے انٹرنیشنل وزیٹرز لیڈرشپ پروگرام کے تحت ۲۶ فروی تا ۹ مارچ ۲۰۰۴ء کے دوران 'امریکی جامعات کا انصرام' کے موضوع پر پروگرام میں شرکت کے لیے امریکا گئے تھے۔ان کی کہانی انھی کی زبانی سنیے! ریاست ہاے متحدہ امریکا کا دورہ کرنا ہر پاکستانی کا خواب ہے بالخصوص شعبۂ تعلیم میں جب سے مجھے کراچی میں قونصلیٹ خانہ سے روانگی کے منصوبے کے بارے میں پتا چلا تو میں ایک نہ ختم ہونے والی جذباتی کیفیت میں مبتلا ہوگیا، یہاں تک کہ میں

واشنگٹن ڈی سی کے ڈیلس ایئرپورٹ پر پہنچ گیا (خبر و نظر، جون ۲۰۰۷، ص ۱۶)۔ یہ الفاظ کسی لڑکپن کی حدود سے نکلتے ہوئے فرد کے نہیں ہیں بلکہ اس استاد کے ہیں جس نے آنے والی نسلوں کی آبیاری کرنا ہے۔ اس کی جذباتی کیفیت اگر اس طرح کی ہوگی تو نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔

● منظور کاکڑ نے ۲۰۰۵ء میں محکمہ خارجہ کے انٹرنیشنل وزیٹر لیڈرشپ پروگرام کے تحت امریکا کا دورہ کیا۔ جس کا عنوان 'نشہ آور ادویات کا غلط استعمال، علاج و تدارک تھا'۔ مضمون نویس امریکا سے واپسی پر اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''امریکا میں تین ہفتے کے قیام کے دوران مجھے امریکی معاشرہ، سیاست، ثقافت، میزبانی دیکھنے اور پالیسی ساز اداروں کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ امریکا کے لوگ بات قبول کرنے والے، جفاکش اور تبدیلی کا خیرمقدم کرنے والے لوگ ہیں۔ ان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو دنیا کی قیادت کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ (ایضاً، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۱۳)

ان تمام تاثرات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کس طرح سے امریکی محکمۂ خارجہ ہمارے تعلیمی اداروں میں نقب زنی کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد کی آبیاری کر رہا ہے۔ اور ہر تعلیمی ادارے میں اپنے سفیر تعینات کر رہا ہے جو دن رات محنت کرکے استعماری ایجنڈے کی تکمیل کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

بکس ان اے باکس (Books in a Box)

اس پروگرام کا بنیادی مقصد اساتذہ کرام کی تربیت ہے لیکن دوران تربیت ان کو انگریزی زبان میں مہارت پیدا کرنے کے لیے کتابوں کا تحفہ دیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا خوب صورت نام 'Books in box' ہے۔ کتابوں اور تربیت کے امتزاج پر مبنی اس پروگرام کا مقصد انگریزی اساتذہ کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا ہے اور اس کے ذریعے دنیا بھر میں انگریزی کی تدریس کو بہتر بنانے کے مواقع میسر آتے ہیں۔ یہ ان ۴۶ باکس میں سے ایک باکس ہے جس کو امریکی سفارت خانے کا شعبۂ امور عامہ پاکستان میں مختلف تعلیمی اداروں میں تقسیم کرتا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے دفتر برائے انگریزی زبان پروگرام نے ایک نئے منصوبے کا اعلان کیا ہے جس کے تحت انگریزی

زبان کے اساتذہ کے لیے کتابیں اور ماخذ فراہم کیے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں ملک کے اندر ہی ''امریکی ماہرین تعلیم سے تربیت حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے''۔ تعلیم کی بہتری کے لیے سرگرم 'Development in literacy' کا نیٹ ورک پاکستان بھر میں ۱۵۰ اسکول چلا رہا ہے، جس میں تقریباً ۱۳ ہزار بچے زیرتعلیم ہیں۔(خبرونظر، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۱۵)

گویا اساتذہ کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے فکرونظر کے پیمانوں کو اس انداز میں تبدیل کریں کہ ملک و قوم کو احساس بھی نہ ہو کہ ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلا جارہا ہے۔

یوتھ ایکسچینج اینڈ اسٹڈی پروگرام

یوتھ ایکسچینج اینڈ اسٹڈی پروگرام کے تحت پاکستان کے ہائی اسکولوں کے طلبہ و طالبات کو امریکا میں ایک سال کی تعلیم کے لیے اسکالرشپ دیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے لیے مالی اعانت امریکی محکمہ خارجہ کا شعبہ ثقافتی امور فراہم کرتا ہے، جس کے ذریعے متعدد ملکوں کے ہائی اسکولوں کے طالب علموں کو ایک سال تک امریکی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے اور امریکی میزبان گھرانوں میں قیام کا موقع میسر آتا ہے۔(ایضاً، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۱۶)

ایکسیس انگلش مائیکرو اسکالر شپ پروگرام

اس پروگرام کے تحت امریکی محکمہ خارجہ مختلف این جی اوز کے ذریعے پاکستانی طلبہ وطلبات کو انگلش زبان وادب کی تعلیم دیتے ہیں اور آخر میں ان تمام طلبہ وطالبات کو امریکا کا دورہ بھی کرایا جاتا ہے۔ لاہور کی ایک غیرسرکاری تنظیم 'کیئر' (CARE) کو ۲۰۰۴ء میں ڈیڑھ لاکھ ڈالر مالیت کی امداد دی گئی جس کے تحت دوسال کی مدت میں مختلف سرکاری اسکولوں میں زیرتعلیم ۲۰۰ بچوں کو امریکی طرز کے کمرہ جماعت میں تحریری اور بول چال کی انگریزی زبان سکھائی جائے گی۔ ۲۰۰۶ء میں کیئر کو مزید ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی گرانٹ فراہم کی گئی۔ انگریزی زبان کا یہ پروگرام ۲۰۰۴ء میں لاہور میں شروع کیا گیا اور بعدازاں کراچی، پشاور، راولپنڈی ملتان اور گوادر میں ایسے پروگرام شروع کیے گئے۔(ایضاً، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۱۸)

انگریزی زبان و ادب سے شناسائی کے بعد ان ۲۰۰ طلبہ و طالبات کو امریکا لے جایا گیا اور امریکا سے واپسی پر طلبہ و طالبات نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''ہم نے دوسرے ملکوں سے آنے والے طالب علموں اور اپنے میزبان خاندانوں میں بہت سارے دوست بنائے۔ ہمارا 'ای میل' اور 'نیٹ چیٹ' کے ذریعے ان سے اب بھی رابطہ ہے۔ ہم ایک دوسرے سے اپنے اپنے ملکوں کے تہواروں، پکوان اور لباس کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے ہیں اور دنیا میں ہمارے متعلّق پائے جانے والے تاثر کے برعکس ہم کھلے ذہن اور آزاد خیال کے مالک ہیں۔ جانے سے قبل ہمارا اس ملک کے متعلّق ایک غلط تصور تھا لیکن وہاں کے لوگوں کی میزبانی نے ہمارے خیالات تبدیل کر دیے ہیں''۔ (ایضاً' اپریل ۲۰۰۷ء' ص ۱۷)

پاکستان کے تعلیمی اداروں اور نظام تعلیم میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت نے ہر پاکستانی کو پریشان کر رکھا ہے اور اس پر مستزاد پاکستان کے وفاقی وزیر تعلیم کے بیانات اس پر جلتی کا کام کر رہے ہیں۔ اس پورے منظر نامے میں امریکا کا محکمۂ خارجہ اور پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم امریکی قونصلیٹ خصوصی کردار ادا کر رہے ہیں۔ عالمی مالیاتی اداروں جن میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک شامل ہیں تعلیم کے میدان میں اپنی شرائط پر پاکستان کو قرضوں کے جال میں کس رہے ہیں، اور ساتھ ساتھ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کا کام جاری ہے۔

اس پورے پیکج میں پاکستان کے پرائمری کلاس کے طالب علم سے لے کر یونی ورسٹی کی سطح تک کا طالب علم شامل ہے۔ اس طرح پوری اساتذہ برادری براہِ راست امریکی حملے کی زد میں ہے۔ اس وقت حالات اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ اس پوری تعلیمی جنگ (War on Education) کو سمجھا جائے اور پاکستان کے تعلیمی اداروں میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت کا سدِ باب کیا جائے۔ اس کے نتائج ملک وملّت کے لیے تباہ کن ثابت ہوں گے۔ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ایک ہمہ گیر اور واضح تعلیمی پالیسی نظریۂ پاکستان کی روشنی میں ترتیب دی جائے تاکہ جن مقاصد کے لیے ہمارے آباواجداد نے قربانیاں دی تھیں ان کی آبیاری کی جاسکے۔

النور کالج آف ماڈرن ایجوکیشن (ACME)

اسلامی تہذیب سے ہم آہنگ تعلیمی، تربیتی اور رہائشی ادارہ

برائے خواتین

جدید تعلیم، مکمل انگلش میڈیم اور اسلامی تعلیمات کے ساتھ

فیڈرل بورڈ اسلام آباد سے عنقریب الحاق

داخلہ جاری ہے

موثر تعلیم وتربیت — مضبوط اور پراعتماد شخصیت

شخصیت کی نشوونما کے لیے ہم ہر بچی کو یکساں مواقع فراہم کرتے ہیں۔

جدید تعلیم	دینی علوم و تربیت	ووکیشنل کورسز
کورسز کی بروقت تکمیل	مکمل تفسیر قرآن	سلائی، کٹنگ، کڑھائی
بار بار اعادہ اور امتحانات	درس قرآن کی تربیت	کھانا پکانا
اضافی مطالعے کا رجحان	عربی سپوکن کی کلاسز	گلاس پینٹنگ
سپوکن انگلش کی کلاسز	حدیث واصول حدیث	فلاور میکنگ
ہفتہ وار پریکٹیکل	فقہ اور تقابل ادیان	سکیچنگ
بورڈ کے امتحانات میں بہترین رزلٹ کی ضمانت	سیرت اور تاریخ	خطاطی ومضمون نویسی
کمزور طالبات پر انفرادی توجہ	حفظ قرآن	ہم نصابی سرگرمیاں

کلاسز: ششم (6th) تا ایف اے، ایف ایس سی (سائنس اور آرٹس)

بی اے تھرڈ ائیر، فورتھ ائیر (آرٹس)

نوٹ

داخلہ فارم اور پراسپیکٹس منگوانے کے لیے درجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں یا مبلغ -/150 روپے کا ڈرافٹ بنام النور کالج ارسال کریں

پرنسپل النور کالج برائے خواتین، کیانی روڈ، بھارہ کہو، اسلام آباد۔ فون نمبر: 051-2232873

موبائل نمبر ہاسٹل: 0300-5187606, 0322-5354346

توجہ فرمائیے

دفتری استعمال کے لیے ادارے کا موبائل نمبر 0307-4112700 ہے

براہ کرام اپنی شکایت/ پیغام مندرجہ بالا نمبر پر ایس ایم ایس (SMS) کیجیے

- ☆ شکایت/ پیغام سے پہلے اپنے خریداری/ ایجنسی نمبر سے ضرور مطلع فرمائیے۔
- ☆ آپ سے درخواست ہے کہ بہتر خدمت کے لیے اپنے ای میل ایڈریس اور موبائل نمبر سے بھی ادارے کو آگاہ فرمائیے۔

جنرل مینیجر ترجمان القرآن

5-اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

فون: 7587916, 042-7065765 فیکس: 042-7585590

رسائل و مسائل

بلوغت اور معاشرتی مسائل

سوال: ہمارے معاشرے میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ بلوغت کے بعد بیٹے کی معاشی کفالت والد کے ذمے نہیں' والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب اولاد بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کردیا جائے' نیز جس میں نکاح کی استطاعت نہ ہو' وہ روزے رکھے۔ اس ضمن میں چند پہلو وضاحت طلب ہیں۔

معاشی کفالت کے حوالے سے شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہمارے معاشرے میں والد ۲۵' ۳۰ سال کی عمر تک اولاد کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ اولاد تعلیم یافتہ ہو کر اچھا روزگار حاصل کرلے اور بقیہ خاندان کو معاشی تحفظ فراہم کرے۔ کیا یہ روش غلط ہے؟ اس ضمن میں جو فرد اولاد میں سب سے بڑا ہوتا ہے' وہ سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس پر یہ دباؤ ہوتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اچھے عہدے پر فائز ہو' اور اس کے نکاح پر بھی توجہ نہیں دی جاتی اور یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ اس کی تعلیم مکمل ہوجائے پھر نکاح کیا جائے۔ کیا تعلیم حقیقتاً گھر بسانے کی راہ میں رکاوٹ ہے اور شادی کے بعد تعلیم حاصل کرنا ناممکن ہے؟

بلوغت پر نکاح سے کتنی عمر مراد ہے؟ پاکستان میں لڑکے/لڑکی کی بلوغت کی عمر بالترتیب ۱۲ تا ۱۴ سال اور ۱۱ سے ۱۳ سال ہے۔ اگر اس سے مراد یہی عمر ہے تو ذہن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اس عمر میں شادی کے بعد فرد اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرسکے۔ اگر نکاح کے لیے استطاعت سے مراد معاشی استطاعت ہے تو اس کی کوئی حد شریعت

میں موجود ہے؟

یہاں وہ حدیث بھی پیش نظر رہے جس میں حضورؐ نے معاشی تنگی پر ایک سے زائد شادی کی ہدایت کی تھی۔ آج ہمارے معاشرے میں میڈیا کے ذریعے فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ جگہ جگہ گناہ کے مواقع موجود ہیں۔ ان حالات میں نفس کو دبانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ ایک صورت روزہ رکھنا ہے۔ اگر طالب علموں اور ملازمت پیشہ افراد کے لیے روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو کیا کریں، اور روزہ تو دن میں ہوتا ہے، رات کو کیا کرنا چاہیے؟ ایک جوان آدمی جو معاشرتی روایات کے باعث نکاح نہیں کرسکتا، وہ اگر ان مخصوص حالات میں صوتی یا بصری طریقوں (موسیقی یا فلم) سے کبھی کبھار خواہش کی تکمیل کرلیتا ہو اور اس طرح ایک بڑے گناہ سے بچ جاتا ہو اور دل میں یہ احساس بھی موجود ہو کہ وہ غلط کر رہا ہے تو کیا اس صورت میں وہ گناہ کا مرتکب ہوگا؟

جواب: آپ نے اپنے خط میں تین اہم معاشرتی مسائل کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پہلا مسئلہ والدین پر اولاد کے حقوق سے متعلق ہے۔ قرآن کریم نے والدین اور اعزہ کے جو حقوق متعین کردیے ہیں وہ بالکل واضح ہیں۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ ''اپنے والدین پر خرچ کرو اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا'' (الاحقاف ۴۶:۱۵)۔ اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں اعلیٰ سلوک واحترام کا حکم دیا گیا (۱۷:۲۳-۲۴)۔ پوری دنیا کی مساجد میں ہر صلوٰۃ الجمعہ میں خطیب قرآن کریم کی سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ بطور جزوِ خطبہ تلاوت کرتا ہے جس کا مفہوم ہے: اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ وغیرہ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ نور میں رشتہ داروں کو ان کا حق نہ دینے سے روکا گیا ہے (النور ۲۴:۲۲)۔ قرآن وسنت میں موجود عمومی اور خصوصی ہدایات پر غور کیا جائے تو جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق ہیں جن میں ان کی اسلامی تربیت، غذا، لباس، مکان اور دیگر ضروریات کی فراہمی شامل ہے۔

بلاشبہہ عام تاثر یہی پایا جاتا ہے کہ بلوغ طبعی کے بعد ایک اولاد اپنے پاؤں پر کھڑی ہوجائے اور اولاد کو اس کی حاجت نہ رہے تو پھر والد کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔ اگر والد ضرورت

کی صورت میں یا بلاضرورت بآسانی اپنی اولاد پر بلوغ کے بعد ان کی تعلیم یا دیگر ضروریات پر خرچ کرتا ہے تو شریعت اس کی تحسین کرتی ہے۔ اسی طرح اگر اولاد بلوغ تک پہنچنے پر اس قابل ہو جاتی ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے اور نہ صرف اپنے اخراجات بلکہ والدین پر بھی خرچ کر سکے تو یہ اس کے لیے سعادت ہے۔

اسلامی معاشرت میں خاندان ایک سرمایہ دارانہ معاشی یونٹ نہیں ہے بلکہ وسائل، احساسات، حقوق و فرائض اور احسان کی یک جائی پر مبنی ایک ادارہ ہے۔ اولاد کی پرورش کا بنیادی مقصد معاشی کارکن پیدا کرنا نہیں بلکہ انھیں معاشرے کے لیے فعال، متقی، مومن اور متحرک کارکن بنانا ہے۔ صلۂ رحمی کا مطلب محض معاشی ضروریات پورا کرنا نہیں بلکہ فکر، تعلق، محبت، رشتہ اور نصیحت پر مبنی خاندان کا قیام ہے۔ یہاں کوئی ایسی واضح لکیر نہیں کھینچی جاسکتی کہ ۱۶ یا ۱۸ سال کے بعد والدین پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہی اور نہ اس کی ضد کو درست سمجھا جاسکتا ہے کہ ۱۸ سال تک والدین سے استفادے کے بعد اب ہر کمایا جانے والا روپیہ اولاد کی 'ذاتی ملکیت' ہے۔ اسلامی اجتماعیت نہ سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھتی ہے اور نہ اشتراکیت زدہ ہے۔ اس کا اپنا مزاج اور اپنی اقدار ہیں۔

ہمارے معاشرے میں لازماً بڑی اولاد سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ پورے گھر کا بوجھ اٹھائے جو درست نہیں ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ پہلے اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، پھر اعلیٰ ملازمت اختیار کرے اور اس کے بعد کہیں نکاح پر غور کیا جائے۔ اسلامی معاشرت کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے اور قرآن نے صاف کہا ہے کہ تم میں جو مجرد ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے لیے وسائل پیدا کر دے گا۔ یہی بات اُس حدیث میں فرمائی گئی ہے جو آپ نے نقل کی ہے کہ اگر ایک نکاح کے بعد ایک شخص کو کشادگی حاصل نہیں ہوتی تو وہ مزید نکاح کر سکتا ہے۔

تکمیلِ تعلیم کو کبھی بھی نکاح کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ عصمت و کردار کا تحفظ ہر چیز پر بھاری ہے۔ اس لیے بلوغ کے بعد، یعنی اپنے اچھے برے کی عقل آنے پر نکاح کر دینا انتظار کرتے رہنے سے لازماً افضل ہے۔

بلوغ میں جسمانی اور ذہنی دونوں پہلو شامل ہیں اور اس کے لیے کسی عمر کی قید لگانا ایک غیر فطری عمل ہے۔ بعض خِطوں میں لڑکے اور لڑکیاں جلد جسمانی اور ذہنی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں

بعض میں تاخیر سے۔ آج کے معلوماتی اور انقلابی دور میں ذہنی بلوغ جسمانی بلوغ سے بہت پہلے آجاتا ہے۔ اس لیے جسمانی بلوغ کے بعد نکاح کی فکر ہونی چاہیے۔

اس سلسلے میں کوئی لگا بندھا ضابطہ نہیں بن سکتا کہ جس کا نکاح ہو جائے وہ لازماً معاشی طور پر خود کفیل بھی ہو۔ اگر والدین ایک وسیع خاندان میں رہتے ہیں تو گھر میں ایک فرد کے اضافے سے کوئی قیامت نہیں آجاتی۔ اس کے ساتھ اولاد پر بھی یہ غور کرنا فرض ہے کہ وہ کب تک بغیر کوئی کام کیے اپنے والدین کے سہارے رہے۔ گویا یہ ایک باہمی غور و فکر اور باہمی محبت و تعلق کا معاملہ ہے۔ اسے خالص قانونی نگاہ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ پاکستان کے قانون میں ۱۸ سال کی عمر لڑکے کے لیے اور ۱۶ سال کی عمر لڑکی کے لیے جو متعین کی گئی ہے یہ غیر عقلی' غیر عملی اور غیر شرعی ہے۔ بلوغت کے لیے عمر کی اس حد کو اس وقت دیکھا جاتا ہے جب بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں۔

استطاعت کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اضافی ہوگی اور ایک خاندان اور فرد کے معیارِ زندگی' ضروریات و مطالبات کے لحاظ سے کم یا زیادہ ہوگی۔ ہاں' اسے عدل' توازن' قسط اور میانہ روی کے تابع ہونا چاہیے۔ جو شخص استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے اسلامی ریاست کو (وہ جب بھی قائم ہو) پابند کیا گیا ہے کہ وہ اس کے نکاح اور متعلقہ ضروریات کا بندوبست کرے۔ ان شاء اللہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد نوجوانوں کو محض اس بنا پر روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ البتہ روزہ رکھنے کا مقصد نفس کو لگام دینا ہے اور یہ لگام دن میں روزے اور رات کو نوافل سے ہی دی جاسکتی ہے۔ خیال رہے کہ اسلام نے نکاح کو بہت آسان بنایا ہے۔ چند گواہوں کی موجودگی میں حسبِ استطاعت حق مہر اور ولیمہ سے یہ فریضہ بآسانی ادا کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے معاشرتی رسوم و رواج کے پیش نظر خود اس کو بوجھل اور مشکل بنایا ہے۔

تیسری بات آپ نے یہ اٹھائی ہے کہ آج کے معاشرے میں جہاں فحاشی و عریانی ایک نوجوان کے جذبات کو متاثر کرتی ہے' اگر کوئی ناجائز جنسی عمل سے بچنے کے لیے موسیقی یا فلموں سے شوق کرلے تو کیا گناہ کا مرتکب ہوگا؟ یہ سوال بہت معصومانہ ہے۔ موسیقی اور فلم' وڈیو یا نیٹ پر موجود بے شمار تفریحی پروگرام جنسی بے راہ روی کی طرف لے جانے کا غیر معمولی مؤثر ذریعہ ہیں۔ ان کے ذریعے آپ کس طرح بڑی برائی سے بچ سکتے ہیں۔ یہ تو اس کی ترغیب دینے والے عوامل ہیں۔

اس بات کو بھی پیش نظر رکھیے کہ زندگی کسی اعلیٰ مقصد کے تحت گزاری جانی چاہیے۔ لوگ محض دنیوی کیریئر بنانے کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دیتے ہیں، خواہشات کا خون کرتے ہیں اور کتنی محنت اور جدوجہد کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کے سامنے آخرت میں سرخروئی، نبی کریمؐ کا مشن، غلبۂ دین، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور اسلامی انقلاب جیسے عظیم مقاصد ہوتے ہیں۔ اگر ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کی جائے، اپنے آپ کو سرگرم رکھا جائے تو بھی انسان نفسانی خواہشات کے غلبے اور شیطانی وساوس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر، اس کی یاد، اس کی محبت اور اس کی ناراضی کا خوف ہی وہ ڈھال ہے جو ایک نوجوان کو بے راہ روی سے بچا سکتی ہے۔ اس بنا پر صادق الامین علیہ السلام نے صوم کی تلقین فرمائی کہ اس میں انسان اپنے رب سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور اپنے تمام جسم کو بشمول ذہن و روح کو اپنے رب کی بندگی میں دے دیتا ہے اور اس طرح ایک مثبت عمل کے نتیجے میں شیطان کے حملوں کو ناکام بنا دیتا ہے۔ وساوس، جنسی ترغیبات، خیالی بے راہ روی، غرض وہ سب اعمال جو برائی کی طرف لے جانے والے ہیں، صوم کی وجہ سے انسان ان سب سے بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا خود برائی سے بچ جانے کی ضمانت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

ایک سے زائد حج

معاشرے میں نفلی حج کا رواج فیشن اور دکھاوے کے طور پر بھی بڑھ رہا ہے، اس حوالے سے علامہ یوسف قرضاوی کی ایک تحریر پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

وہ شخص جو اسلام کی ترجیحات سے واقف ہو اور ہر چیز کے درست مقام کا علم رکھتا ہو، کبھی ان ترجیحات کے سلسلے میں شک و شبہے کا شکار نہیں ہوگا جن کا لحاظ کرنا ناگزیر ہے۔ میں کئی برسوں سے اسی کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ اسے میں نے 'فقہ ترجیحی' کا نام دیا ہے۔

ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام نے ہمیں جن چیزوں کا مکلف بنایا ہے، وہ ایک درجے کی نہیں ہیں، بلکہ ہر عمل کا الگ الگ درجہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ایمان

کے ۷۰ سے زائد شعبے ہیں جن میں سب سے بلند مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کا ہے اور سب سے کم درجے کا عمل راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے''۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے کمتر اور سب سے بلند درجے کے علاوہ بیچ کے بھی درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے کو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے کہ کوئی شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور خدا یا کی راہ میں جہاد کیا؟ یہ دونوں اللہ کے یہاں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے''۔ (التوبہ ۹:۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اعمال آپس میں برابر نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس فقہ سے واقف کرائیں۔ میں ایک مدت سے ایسے لوگوں کو دیکھتا آرہا ہوں جو اپنے مزدوروں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور اپنی زمینوں میں اُجرت پر کام کرنے والوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔ میں نے اپنے گاؤں کے ان کسانوں کو بھی دیکھا ہے جو دوسروں کی زمینوں میں اُجرت پر کام کرتے ہیں، ان کے مالکوں کا حال یہ ہے کہ ان کی زمینیں برباد ہو جاتی ہیں، لیکن وہ ان غریبوں کو ایک پیسہ دینا گوارا نہیں کرتے۔ دوسری طرف وہ تین تین بار یہاں تک کہ دس دس بار حج کے لیے جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان غریبوں کے حقوق ادا کرتے تو ان کا یہ عمل بار بار حج کرنے سے افضل ہوتا۔

علما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرض کی ادایگی سے قبل نوافل کو قبول نہیں کرتا اور جو شخص فرض کی ادایگی کے بعد نفل کی فرصت نہ پائے تو وہ معذور ہے، لیکن جس شخص کی نفل میں مشغولیت اسے فرض سے محروم کر دے وہ مغرور ہے۔ ہمیں اس وقت اس نکتے کو سمجھنے کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: آخری زمانے میں لوگ بلاوجہ کثرت سے حج کریں گے۔ ان کے لیے سفر انتہائی آسان ہوگا اور مال و دولت کی فراوانی ہوگی۔ ان میں سے ایک شخص ریگستان اور بے آب و گیاہ زمین میں اپنا اُونٹ دوڑائے گا اور حج کا سفر کرے گا، حالانکہ اس کا پڑوسی بدحال ہوگا اور وہ اس کی غم خواری نہ کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حج کے ارادے سے ریگستانوں اور بے آب و گیاہ زمینوں میں سفر کرے گا اور اپنے پڑوسی کو اس حال میں چھوڑ دے گا کہ وہ بھوک، فقر اور ضرورت سے بدحال ہوگا اور کوئی اس کا پرسانِ حال

نہ ہوگا۔ یہی آج کل ہو رہا ہے۔

بشر بن حارثؒ جو کہ متصوفین و زہاد میں شہرت کے حامل ہیں اور جن کا شمار اُمت کے معروف زاہدوں اور اللہ والوں میں ہوتا ہے، ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابونصر! میں نے حج کا ارادہ کیا ہے اور آپ کے پاس کچھ نصیحت کی باتیں سننے آیا ہوں، تو کیا آپ مجھے کچھ نصیحت کریں گے؟ آپ نے اس سے پوچھا: تم نے حج کے لیے کتنا سفرخرچ اکٹھا کیا ہے؟ اس نے کہا: ۲ ہزار درہم (ہزار درہم اس وقت کے لیے ایک بڑی رقم تھی اور اس کی قوت خرید بہت زیادہ تھی)۔ انھوں نے اس سے پھر دریافت کیا: تم اس حج کے ذریعے زہد و تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو، یا بیت اللہ کا اشتیاق تمھیں وہاں لیے جا رہا ہے، یا تم رضاے الٰہی کے حصول کے خواہش مند ہو؟ اس نے کہا: خدا کی قسم، رضاے الٰہی کا حصول میرا مقصد ہے۔ انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسا راستہ بتاؤں جس سے تمھیں اپنے شہر ہی میں گھر بیٹھے خدا کی خوش نودی حاصل ہو جائے، اور اگر میں تمھیں یہ طریقہ بتاؤں تو کیا تم اس کے مطابق عمل کرو گے؟ اس نے کہا: ضرور کروں گا۔ فرمایا: جاؤ اور یہ رقم ۱۰ لوگوں کو دے دو، کسی فقیر کو جس سے تم اس کی تنگ دستی دُور کر دو، یتیم کو جس کی ضرورتیں پوری کر دو، قرض دار جس کا قرض ادا کر دو اور کسی کثیرالعیال شخص کو جس سے کہ تم اس کے اہل و عیال کا بوجھ ہلکا کر دو...... اس طرح انھوں نے ۱۰ لوگوں کا ذکر کیا اور کہا: اگر تم ان میں سے کسی ایک کو یہ رقم دے دو جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہو جائیں تو یہ عمل افضل ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: اے ابونصر! میں سفر کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ جب مال گندی تجارت اور مشکوک ذرائع سے اکٹھا کیا جاتا ہے تو انسان کا نفس اسے اپنی خواہشات کے مطابق خرچ کرنا چاہتا ہے، یعنی ایسا شخص مسلمانوں کے لیے نفع بخش اور افضل چیزوں کو چھوڑ کر حج کی خوشیاں لوٹنا زیادہ پسند کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ بلاوجہ بار بار حج کرنا اور اس طرح سے ترجیحات کو ترک کر دینا بے بصیرتی کا نتیجہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ بھوکے کو کھلانا، مریض کا علاج کرانا، بے سہارا کو پناہ دینا، یتیم کی کفالت کرنا، بیوہ عورت کی ضروریات پوری کرنا، ایشیا یا افریقہ یا کہیں کی بھی اسلامی برادری کے لیے مدرسہ یا مسجد بنانا اور خیر کے کسی بھی کام میں شریک ہونا اللہ کی نظر میں زیادہ بہتر ہے۔

ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اس طرح کے ثواب والے کاموں میں بے پناہ سرور اور لذت محسوس کرے۔ اس کا یہ سرور اور لطف اس لذت سے بھی بڑھ کر ہو جس کا احساس اسے دو بار اور تین بار حج کرتے وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ بیت اللّٰہ کا طواف کر رہا ہوتا ہے اور لبیک اللّٰھم لبیک کی صدا بلند کرتا ہے۔ ان عظیم کارہاے خیر کے بجاے دوسری یا تیسری بار کے حج میں کیف و سرور محسوس کرنا یقیناً افسوس ناک ہے، دین میں بے بصیرت ہونے کی دلیل ہے اور فقہ ترجیحی سے نابلد ہونے کی علامت ہے۔

اگر مسلمانوں کو اس کا شعور ہو جائے تو ہم ہر سال اربوں روپے سے صحیح فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی تنظیم اس کام کو منظم طریقے پر انجام دے اور ایک فنڈ بنائے جس کا نام حج کا متبادل فنڈ ہو اور وہ لوگ جو نفلی حج کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور وہ بھائی جو فائیو اسٹار حج کرتے ہیں، وہ حج کا خرچ 'حج کے متبادل فنڈ' میں جمع کریں تاکہ اس رقم کو ساری دنیا کے مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کیا جائے تو ایک بڑی ضرورت پوری ہوگی اور مسلمانوں کی زندگی کا ایک بڑا خلا پُر ہو جائے گا۔ اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ کاش! اُمت میں یہ بیداری پیدا ہو جائے۔ (بہ شکریہ دارالعلوم، دیوبند، مارچ ۲۰۰۷ء)

کتاب نما

تفسیر ابن عباسؓ، مترجم: حافظ سعید احمد عاطف۔ ناشر: مکی دارالکتب' چوک اے جی آفس' لاہور۔ صفحات (۴ جلد) ۱۵۰۲۔ کل قیمت: ۱۱۰۰ روپے۔

تفسیرِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تفسیری اقوال کو جو مقام حاصل ہے' خلفاے راشدین کے بعد کسی اور صحابیؓ کے اقوال کو وہ مقام حاصل نہیں۔ آپ کو بارگاہِ نبوت سے 'ترجمان القرآن'، 'حبر الامۃ' کے خطاب اور تاویلِ آیات کے علم اور تفقہ فی الدین کی دعا سے نوازا گیا۔ کوئی بھی مفسر خواہ وہ قرآن کی فقہی تفسیر لکھنا چاہے یا لغوی و ادبی' تفسیر القرآن بالقرآن کا دعویٰ رکھے یا روایات کی روشنی میں تفسیر بالماثور کا اہتمام کرے' ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ان کا علم تفسیر جامع اور تفسیری آرا ہمہ جہت ہیں۔ وہ ادب جاہلی پر گہری نظر اور عربوں کے محاورے و لہجے کا ادراک رکھتے تھے۔ تفسیری روایات انھیں ازبر تھیں اور عہد خلفاے راشدین میں اسلامی تمدن کی وسعت پذیری کے باعث پیش آمدہ نت نئے مسائل کی گتھیوں کو اپنے ذوقِ قرآنی اور فقہی و اجتہادی بصیرت سے سلجھانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال صحاح ستہ کے علاوہ مسانید و کتبِ سنن میں بڑی تعداد میں موجود ہیں اور تفسیری مجموعے بھی ان سے مروی ہیں جن میں سے ایک مجموعہ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ہے جسے صاحب القاموس ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (۷۲۹ھ-۸۱۷ھ) نے مرتب کیا' اور بقول مترجم اس تفسیر کا ایک قلمی نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے (ص ۷)۔ اگرچہ اس مجموعے میں موضوع و الحاقی روایات بھی ہیں (ص ۷)' اور تفسیری روایات اور شانِ نزول کا موضوع ہر دور کے محدثین و مفسرین کے ہاں مختلف فیہ رہا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ جیسے عظیم مفسر کی تفسیری آرا جاننے کے لیے ہمارے پاس اس سے بہتر کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ ضرورت

اس بات کی ہے کہ اہلِ علم ابن عباسؓ سے منسوب تفسیری اقوال و آرا کی پرکھ، روایت و درایت کے مسلّمہ اصولوں کی روشنی میں کریں۔

قرآنی الفاظ اور آیات کی طویل تشریحات اور مفسر کی ذاتی آرا قرآنی مفاہیم کو قاری پر کھولنے کے بجاے قاری اور قرآن کے درمیان حجاب بن جاتی ہیں۔ اس تفسیر کی یہ خاصیّت ہے کہ مفہوم کی سادگی، مضمون کے اختصار اور متنِ قرآن سے قریب تر ہونے کے باعث یہ مرادِ الٰہی کے سمجھنے میں معاون ہے۔ تفسیر کا موضوع ذاتی آرا اور رجحانات کی دخل اندازی کے حوالے سے جس احتیاط کا متقاضی ہے، اس تفسیر میں اس کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قرآنی مطالب کی تفہیم میں سہولت پیدا کرنے کے لیے عبارات کا تسلسل ضروری ہے اور عربی تفسیر کے ترجمے میں یہ چیز عربی محذوفات کو کھولے بغیر ممکن نہ تھی، اس لیے مترجم نے ترجمے کے بجاے ترجمانی کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ اصل تفسیر میں موجود نامکمل واقعات کو مکمل کر دیا ہے۔ حسب ضرورت ذیلی عنوانات کے قیام اور پیرابندی کے ذریعے مضامین کی تفہیم میں آسانی پیدا کردی ہے۔ اس طرح قدیم کتابوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں عصرِ حاضر کے قاری کو جو پیچیدگی اور یبوست محسوس ہوتی ہے اس کا ازالہ احسن طریقے سے کر دیا گیا ہے۔

اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیّت آیات اور سورتوں کے شانِ نزول کا بیان ہے۔ اسبابِ نزول سے متعلق امام سیوطی کا ایک رسالہ بھی شاملِ مجموعہ ہے جس سے اسبابِ نزول کے موضوع پر مفسرین کے مختلف نقطہ ہاے نظر سامنے آگئے ہیں۔ پہلی جلد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات و علمی مقام، علامہ جلال الدین سیوطی اور مؤلف تفسیر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی کے تعارف کے باعث تفسیر کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ (اختر حسین عزمی)

رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت، حافظ محمد سمیع اللہ فراز۔ ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر، قائداعظم کیمپس، جامعہ پنجاب، لاہور۔ صفحات: ۴۳۶۔ قیمت: ۳۵۰ روپے۔

اگرچہ عہدِ صدیقیؓ میں بھی جمع و تدوین قرآن کی کوشش کی گئی لیکن قرآن مجید کی حتمی اور کامل ترین تدوین عہدِ عثمانیؓ میں ہوئی۔ یوں کسی ایک نسخے اور اندازِ قرأت پر اجماعِ اُمت ہوگیا اور

اس کا سہرا جناب ذوالنورینؓ کے سر ہے۔ زیرنظر کتاب میں عہد عثمانیؓ میں جمع و تدوین قرآن کی کاوش اور خاص طور پر قرآنی رسم الخط کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس وقت تین عربی رسم الخط رائج تھے۔ قرآنی رسم الخط میں تینوں رسوم کی املا موجود ہے، تاہم اختلاف کے سبب صحابہ کرامؓ کے مشورے سے ایک نیا رسم الخط ایجاد کرلیا گیا جسے رسمِ عثمانیؓ کا نام دیا گیا۔

رسمِ عثمانی کیا ہے؟ کس طرح لکھا جاتا تھا اور صحابہ کو اس پر کیا اور کیوں اعتراض تھا؟ زیربحث کتاب میں ان سوالات پر مفصل اور مدلل بحث کی گئی ہے۔ بعض صحابہؓ کو اس سے اختلاف تھا لیکن بعد میں انھوں نے بھی اتفاق کرلیا۔ اسی لیے اس کتاب میں اس کی شرعی حیثیت کا بھی تعین کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عثمانی نسخہ مدینہ سے تاشقند کیسے پہنچا؟

یہ کتاب ایم فل کا تحقیقی مقالہ ہے جو بڑی محنت اور تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ کتاب حوالوں سے مزین ہے۔ آخر میں اشخاص اور اماکن کا اشاریہ شامل ہے۔ اس پر نفیس الحسینی شاہ کی تقریظ کتاب کی جامعیت میں مزید اضافے کا باعث ہے۔ کتاب کے نام سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت عثمانؓ کے دور کی کسی رسم کی شرعی حیثیت متعین کی جارہی ہے۔ عنوان 'عثمانی رسم الخط اور اس کی شرعی حیثیت' زیادہ موزوں تھا۔ مجموعی طور پر یہ ایک حوالے کی کتاب ہے جس سے تحقیق کے طلبہ بہت استفادہ کرسکتے ہیں۔ یہ کتاب دینی وعلمی ذخیرے میں ایک عمدہ اور اہم اضافہ ہے جس میں قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کے مدلل جوابات بھی موجود ہیں۔ (قاسم محمود وینس)

اشاریۂ معارف، مرتب: محمد سہیل شفیق۔ ناشر: قرطاس، کراچی یونی ورسٹی، کراچی۔ صفحات: (بڑی تقطیع) ۶۴۲۔ قیمت: ۵۵۰ روپے۔

اشاریہ سازی کا کام بلاشبہہ دقت طلب، صبرآزما اور عرق ریزی کا کام ہے مگر اشاریے محققین کے لیے تازہ ہوا اور صاف پانی کی مانند ناگزیر حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر سفیراختر کے نزدیک کتابیات، اشاریہ سازی اور ان سے ملتے جلتے کام 'سبیل' کی مانند ہیں۔ تپتی دھوپ میں راہ گیر راستے پر سبیل سے پیاس بجھاتا، تازہ دم ہوتا اور دعا دیتا آگے بڑھ جاتا ہے۔

مرتب نے اشاریہ سازی کی اہمیت و افادیت کو سمجھتے ہوئے اعظم گڑھ سے شائع ہونے

والے علمی، تحقیقی اور ادبی مجلّے معارف کا ایک عمدہ اشاریہ تیار کیا ہے۔ معارف کے علمی و تحقیقی مقام و مرتبے کے پیش نظر یہ ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔ زیرمطالعہ اشاریے سے پہلے بھی معارف کے چار جزوی اشاریے مرتب کیے جاچکے ہیں۔ یہ اشاریہ محمد سہیل شفیق نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کے طور پر مرتب کیا ہے۔ مرتب نے اس اشاریے کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصّے میں فقط زمانی اعتبار سے مقالات کی فہرست دی گئی ہے، دوسرے حصّے میں مقالات کو ۳۶ مختلف موضوعات کے تحت تقسیم کر کے دیا گیا ہے۔ موضوعات میں قرآن اور علومِ قرآن، حدیث و سنت، سیرت نبویؐ، فقہ اسلام، عقائد و عباداتِ اسلامی، اسلام، تاریخ، مذاہبِ عالم، تہذیب و تمدن، اخلاقیات، تصوف، فلسفہ، تعلیم و تربیت، طب و سائنس، سیاسیات، خلافت، اقتصادیات، لسانیات، زبان و ادب، اقبالیات، آثار و مقامات، شخصیات، آرٹ اور آرکیٹکچر، استشراق اور مستشرقین، علوم و فنون، عالمِ اسلام، عرب مسلم اقلیتیں، ہندستان، کتب خانے، جامعات/تعلیمی ادارے، خطبات/انجمنیں/ ادارے، تحریکیں، قلمی نسخے/مخطوطات، کتابیں اور متفرق موضوعات شامل ہیں۔ تیسرا حصہ الف بائی ترتیب سے مصنفین کے اشاریے پر مشتمل ہے۔ پھر تبصرہ شدہ کتب کی فہرست دی گئی ہے۔ چھٹے حصّے میں وفیات کا الف بائی اندراج ہے۔ ساتویں باب میں معارف کے بعض پرچوں میں جلد نمبر، مہینہ، ہجری سال وغیرہ کے حوالے سے پائے جانے والے چند ایک تسامحات کی تصحیح کی گئی ہے۔ آخری حصّے میں اُن کتب خانوں کی فہرست دی گئی ہے جہاں یہ پرچے موجود ہیں، پھر مخففات کی وضاحت ہے۔

معارف کے مذکورہ اشاریے کے مطالعے کے بعد مرتب کے علمی اخلاص اور محنت و کاوش کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یقیناً یہ اشاریہ اپنی علمی وسعت اور حسنِ ترتیب کی بدولت مسافرانِ علم وادب کو ہر مرحلے پر اپنی اہمیّت و افادیت کا احساس دلاتا رہے گا اور محققین و ناقدین مرتب کے لیے جزاے خیر کی دعا کرتے رہیں گے۔ (خالد ندیم)

اقبال اور دعوتِ دین، حیران خٹک۔ ناشر: دعوہ اکیڈمی، فیصل مسجد، اسلام آباد۔ صفحات: ۳۰۲۔ قیمت: ۱۸۰ روپے

مصنف نے اپنے مقالے کو 'دین، دعوتِ دین اور اقبال'، 'قرآن اور اقبال'، 'دعوتی ادب

کی تخلیق و ترویج میں اقبال کا کردار'، 'دعوتی، دینی، تحقیقی انجمنوں اور اداروں کے ساتھ علامہ اقبال کے روابط'، 'علامہ اقبال کے معاصر علما' مشائخ اور اہلِ قلم کے ساتھ دعوتی مقاصد کے لیے روابط' اور 'علامہ اقبال کی غیر مسلموں کو دین کی دعوت' کے نام سے چھے ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ محقق نے جہاں اپنے مقالے کو تحقیقی اعتبار سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے' وہیں اس نے اس کے اسلوب کو تحقیقی سے زیادہ تخلیقی بنانے پر توجہ صرف کی ہے' چنانچہ قاری مطالعے کے دوران ایک خوش گوار تاثر کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ محقق کی صحیح نظر کا اندازہ مقالے کے تیسرے باب سے ہوتا ہے' جس میں انھوں نے 'قوموں کی زندگی میں ادب کی اہمیت'، 'عہد اقبال کا ادبی منظرنامہ'، 'معاصر ادب اور تصوف پر علامہ اقبال کی تنقید'، 'علامہ اقبال کا نظریۂ ادب'، 'اہلِ قلم کو دعوتی ادب تخلیق کرنے کی براہِ راست دعوت' اور 'علامہ اقبال کا ادبی مقام اور ان کے تخلیق کردہ دعوتی ادب کے اثرات' کے تحت خوب دادِ تحقیق دی ہے۔ اس باب کو حاصلِ مطالعہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ مقالہ بہت سے نئے موضوعات کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ حیران خٹک نے اس اچھوتے موضوع پر قلم اٹھا کر اقبالیات کی سرحدوں کو مزید توسیع عطا کر دی ہے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ اقبالیاتی ادب میں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوگا۔ (خ - ن)

نماز' ایک ادارہ' ایک تربیت، سکواڈرن لیڈر (ر) ملک عطا محمد۔ ناشر اور ملنے کا پتا: ۸۵- رحمت پارک' یونی ورسٹی روڈ' سرگودھا۔ صفحات (بڑی تقطیع) ۴۸۷۔ قیمت: ۱۶۰ روپے۔

نماز پر ایسی جامع عملی کتاب اس سے پہلے نظر سے نہیں گزری۔ اس میں نماز سے متعلق صرف معلومات ہی نہیں دی گئی ہیں' بلکہ ایک جذبے کے ساتھ تذکیر کرتے ہوئے استاد اور مربی کے انداز سے رہبری کی گئی ہے۔ نظری بحث بھی ہے' اور عملی ہدایات بھی۔ اُمت کے عروج اور فرد کی سیرت کی تعمیر میں اقامت صلوٰۃ کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ نماز اور توحید و آخرت' نماز اور ارکانِ اسلام کے تعلق پر مفید گفتگو ہے۔ آخری ۱۶ سورتیں مع ترجمہ دی ہیں۔ دعا کے باب میں تمام قرآنی اور مسنون دعائیں جمع کی گئی ہیں۔ ضروری مسائل کا بیان بھی آ گیا ہے۔ ریٹائرڈ اسکواڈرن لیڈر کی تصنیف ہے' اس لیے ڈسپلن اور پابندی کا عنصر کچھ زیادہ ہے۔ آخر میں جائزے کے لیے چارٹ

اور روزمرہ کے ماڈل نظام الاوقات بھی تجویز کیے گئے ہیں۔توجہ سے مطالعہ کیا جائے تو ذاتی اصلاح کے لیے نہایت مفید ہے۔(مسلم سجاد)

چنار کہانی، محمد صغیر قمر۔ ناشر: منشورات، منصورہ لاہور۔ صفحات: ۳۲۳۔ قیمت: ۱۴۰ روپے۔

چنار کہانی ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی ہزاروں کہانیوں سے اخذ کردہ وہ منتخب کہانیاں ہیں جنھیں صغیر قمر نے بڑی توجہ کے ساتھ الفاظ کے پیکر میں ڈھالا ہے۔ وہ قارئین کی نفسیات کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں اور ایسے الفاظ اور جملے استعمال کرتے ہیں جو براہِ راست قاری کے دل پر اثر کرتے ہیں بلکہ دلوں کے تار اس طرح چھیڑتے ہیں کہ آنکھیں بار بار نم ہوجاتی ہیں اور بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں۔

مصنف کی اوّل و آخر شناخت کشمیر اور جہادِ کشمیر ہے جس کی وہ آبیاری ایک طویل عرصے سے اپنے قلم سے کر رہے ہیں۔ چنار کہانی میں کشمیر، افغانستان، فلسطین اور دیگر حوالوں سے جسدِ ملّت کے زخموں اور جدوجہد کا تذکرہ ہے۔ یہ تحریریں اس سے قبل جہادکشمیر اور روزنامہ خبریں میں شائع ہوچکی ہیں۔ یہ کالم دراصل اپنے دین، وطن اور اقدار و روایات کے ساتھ وابستگی کا رنگ گہرا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ایسے میں جب الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا روشن خیالی کے نام پر دین و مذہب سے بے زاری اور نفرت پیدا کر رہا ہے، زیرنظر کتاب نہ صرف نوجوان نسل بلکہ ہر طبقۂ فکر کے لیے سوچ بچار اور غوروفکر کی نئی راہیں متعین کرتی ہے۔(عمران ظہور غازی)

تعارف کتب

- **تاریخ مسجد الحرام**، عبدالرؤف فاروقی۔ ناشر: ادارہ انوارالحرمین، سمن آباد لاہور۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت: ۱۹۰ روپے۔ [فاضل مصنف نے مکہ مکرمہ، مسجدِ حرام، بیت اللہ اور اس کے متعلقات پر خاصی کاوش کے بعد ایسی معلومات جمع کی ہیں، جو اُن کے بقول 'مستند' ہیں اور اُردو زبان میں پہلی دفعہ منتقل ہو رہی ہیں۔ ابواب کے عنوانات (بیت اللہ اور اس کے متعلقات، بیت اللہ کی تعمیر کی تاریخ، مسجد حرام میں توسیعات، مسجدِ حرام فتنوں کی زد میں، مسائلِ حج) سے کتاب کی جامعیت اور وسعتِ موضوع کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک مفید اور لائق مطالعہ کتاب۔]

◉ **حکمتِ اقبال**، محمد رفیع الدین۔ ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، بہ اشتراک: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس، لاہور۔ صفحات: ۵۲۴۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔[مصنف مرحوم فلسفے کے استاد، خود ایک فلسفی اور بہت فاضل شخصیت تھے۔ اقبال اکادمی پاکستان کے پہلے ڈائرکٹر رہے۔ اقبالیات اور علوم عمرانیات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اس کتاب میں اقبال کے تصورِ خودی، ان کے دوسرے تصورات سے علمی اور عقلی ربط قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ 'پیش لفظ' نگار ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کے بقول: مصنف پاکستان کے اُن مایہ ناز علما میں سے تھے جنھوں نے دورِ جدید میں اسلام کی تعبیر وتشریح کے میدان میں حکیم الامت علامہ اقبال کی فکر کو آگے بڑھایا ہے۔ کتاب ۳۵ برس پہلے چھپی تھی، اب تیسری بار شائع ہوئی ہے۔]

◉ **مکاتیب الکریم**، مولانا عبدالقیوم حقانی۔ ماہنامہ القاسم، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ، صوبہ سرحد۔ صفحات: ۳۱۱۔ قیمت: ندارد۔[مرتب کے استاد شیخ التفسیر مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی کے اس مجموعہ مکاتیب میں موضوعات کا حیرت انگیز تنوع ملتا ہے۔ دینی، شرعی اور فقہی مسائل، بزرگان دین کا مقام اور مرتبہ، روزمرہ مسائل، دینی مدارس کے معاملات، دل چسپ واقعات، پندونصائح وغیرہ۔]

◉ **برصغیر میں بچہ مسلم لیگ**، ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔ ناشر: ادارہ تحقیق و تصنیف، بلوچستان۔ ۲۷۲-۱ے، او بلاک ۳، سیٹلائیٹ ٹاؤن، کوئٹہ۔ صفحات: ۹۹۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔[تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں بزرگوں اور نوجوانوں کے ساتھ بچوں نے بھی کام کیا اور 'بچہ مسلم لیگ' بھی قائم ہوئی۔ اس کتاب میں اس کی کچھ تفصیلات اور تصاویر شامل ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ بچہ مسلم لیگ کن کن شہروں میں اور کس طرح قائم ہوئی اور کن کن لوگوں نے کس طرح حصہ لیا وغیرہ۔]

◉ **مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی خدمات**، ہومیوڈاکٹر رانا محمد اشرف۔ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، جامع مسجد تھانے والی ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔ صفحات: ۷۷۔ قیمت: درج نہیں۔[مولانا اشرف علی تھانوی (اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے) کی بے پایاں خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ صرف ان کی تعلیمی خدمات پر پی ایچ ڈی ہوسکتی ہے۔ اس کتابچے میں تعلیم کے موضوع پر ان کے چند مفید ارشادات جمع کیے گئے ہیں۔]

◉ **آنحضرتؐ کی تعلیمی پالیسی**، پروفیسر ڈاکٹر محمد گجر خان غزل کاشمیری۔ ناشر: شعبہ نشرواشاعت، اقراء تدریب الاطفال (ٹرسٹ) لاہور۔ ملنے کا پتا: کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔[اس پی ایچ ڈی مقالے میں ایک خاص ترتیب سے تعلیم کے حوالے سے اسلامی تعلیمات اور سیرت پاکؐ میں ان کے عملی اظہار کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تعلیمی پالیسی کو تعلیمِ بالغاں، تعلیمِ نسواں اور ابتدائی تعلیم کے عنوانات دیے گئے ہیں۔]

◎ **مختصر ہدایۃ المستفید**، ابومحمد بدیع الدین شاہ، ترجمہ: عطاء للہ ثاقب۔ ناشر: دائرہ نور القرآن، دکان نمبر ۸، وقاص سنٹر، محمد بن قاسم روڈ، نزد اُردو بازار، کراچی۔ صفحات: ۳۵۵۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔[عقیدے اور عمل کی توحید سے مطابقت اور شرک کے شائبے سے پاک کرنے کے لیے ایک مفید کتاب۔ مکمل کتاب (۲ حصے، صفحات ۱۶۸۶، ۱۹۷۴ء)، شاہ فیصل شہیدؒ نے اُردودان طبقے میں تقسیم کروائی تھی۔ اب تلخیص شائع کی گئی ہے مگر یہ بھی موضوع کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔]

◎ **تحفہ حرم**، مولانا مرغوب احمد لاجپوری۔ ناشر: بیت العلم ٹرسٹ، ایس ٹی/۹-ای، بلاک ۸، گلشن اقبال، کراچی۔ صفحات: ۲۸۲۔ مجلد قیمت: ۱۴۰ روپے۔[یہ کتاب آٹھ مقالات کا مجموعہ ہے۔ پہلا آبِ زم زم ۱۰۰ صفحات اور آخری عجوہ کھجور ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرے موضوعات حجر اسود، رکن یمانی، مقامِ ابراہیم اور ملتزم ہیں۔ ان موضوعات پر ضروری اور دل چسپ معلومات سلیقے سے جمع کر دی گئی ہیں۔]

◎ **نماز کی کتاب**، حافظ عمران ایوب لاہوری، تحقیق و افادات: علامہ ناصر الدین البانی، ملنے کا پتا: نعمانی کتب خانہ، حافظ سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت: ۱۳۵ روپے۔[مفصل اور جامع کتاب۔ نماز سے متعلق بیش تر مسائل (مثلاً ٹیپ ریکارڈر سے اذان) کے بارے میں احادیث کی روشنی میں رہنمائی۔ حدیث کی سند اور تخریج کا اہتمام۔ خواتین کے مسائل بھی زیرِبحث آئے ہیں۔ معیاری کتابت وطباعت۔]

◎ **زلزلہ، زخم اور زندگی**، ڈاکٹر آصف محمود جاہ۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز، ۳۴-اُردو بازار، لاہور۔ ص ۱۴۴۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔[دوسال قبل شمالی علاقوں میں زلزلے نے تباہی مچائی۔ کسٹم ویلفیئر کلینک کے ڈاکٹر آصف محمود جاہ ایک جذبے سے اپنے ساتھ ہسپتال لے کر علاقے میں پہنچ گئے۔ اس ڈائری میں وہاں کے حالات ہیں اور ڈاکٹر موصوف کی غیرمعمولی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں متعدد کالم، آرا اور ان کے تین انٹرویو مع تصاویر بھی شاملِ اشاعت ہیں۔]

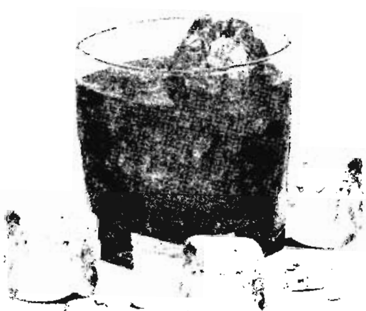
◎ **ماہنامہ الاحیاء**، لاہور، مدیر: جواد حیدر، زیرنگرانی: حافظ حمزہ مدنی۔ الاحیاء ریسرچ فاؤنڈیشن، ۴۹-جمشید سنٹر، ۱۰۰-فیروز پور روڈ، لاہور۔ زرسالانہ: ۲۰۰ روپے۔[نئے رسالے کا پہلا شمارہ ہے۔ 'ترقی جدت کو محلِ کراہت میں رکھنا' یا شوق تجدد میں انبیا کی تعلیمات سے انحراف کو بھی روا رکھنا' ان دو انتہاؤں کے درمیان آج کی انسانیت کے لیے حقیقی عقیدہ و ایمان کا احیا اس رسالے کا نصب العین ہے۔ کئی اہم موضوعات پر معیاری تحریریں۔ قابلِ ذکر نکاح میسار پر ۳۰ صفحات کی سیرحاصل بحث۔]

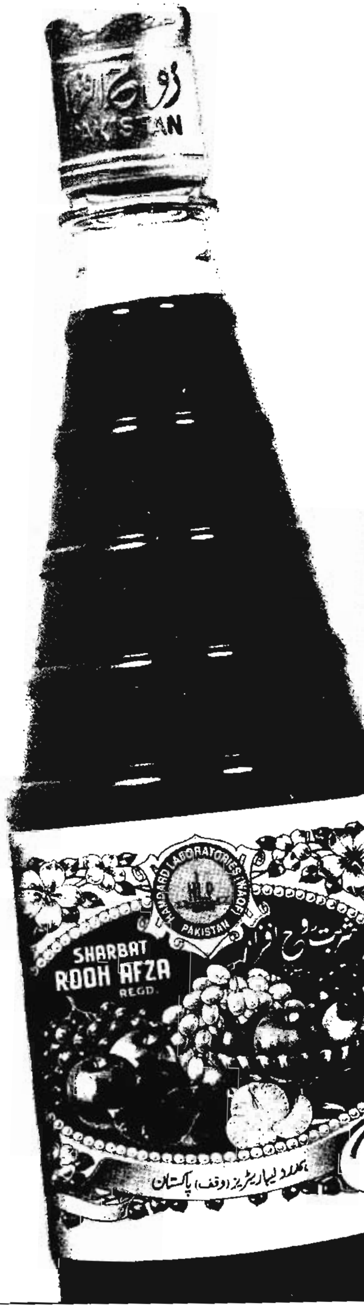
رُوح افزا

مشروبِ مشرق

جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔

پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!





ہمدرد

SGS

ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

ISO 9001: 2000 CERTIFIED

www.hamdard.com.pk

Blitz.DDB

مدیر کے نام

ڈاکٹر طارق محمود 'بدین

ویسے تو جنرل پرویزی دور کے ترجمان القرآن میں لکھے گئے تمام اشارات اہم ہیں مگر 'پاکستان فیصلہ کن دوراہے پر' نہ جانے کیوں البدر، میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا، سونار بنگلہ، چہرے جیسی (کتابیں نہیں بلکہ) تاریخی دستاویزات کی یاد دلا دی۔ مجھے زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے آپ کے 'اشارات' بروقت نہیں بلکہ وقت سے پہلے ایک تاریخی دستاویز بنتے نظر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں مزید وسعت اور قلم کو مزید بااثر بنائے۔ اس دوراہے سے پوری قوم متحد ہو کر ہی نکل سکتی ہے۔

پہلے سندھ کے لوگوں کو فوج سے نفرت یا ناپسند کرنے والا سمجھا جاتا تھا۔ میرا تعلق سندھ سے ہے لیکن میں نے پاکستان کے ہر صوبے اور علاقے میں کئی کئی برس گزارے اور حالات و مزاج دیکھے ہیں۔ کاش! سندھ کے اس وقت کے جذبات کو حقیقی آئینے میں دیکھ کر فوج کو ان کی حدود تک محدود کرنے کا بندوبست کر دیا جاتا تو آج سرحد' بلوچستان اور پنجاب کے علاقوں میں اس قدر شدید نفرت نہ دیکھی جاتی جو سندھ کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور خطرناک حد تک بڑھتی جارہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو محفوظ رکھے اور قوم کو زندہ قوم کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین!

ملک عبدالرشید عراقی 'گوجرنوالہ

'پاکستان، فیصلہ کن دوراہے پر' (اگست ۲۰۰۷ء) میں جن تین اہم واقعات (لال مسجد' جامعہ حفصہ اور چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کی بحالی کا فیصلہ) پر دلائل و براہین کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے' اس سے صورت حال پوری طرح واضح ہوگئی اور حکومت کے غلط اقدامات پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ ان تینوں واقعات کے بارے میں حکومت نے جو رویہ اختیار کیا وہ کسی لحاظ سے بھی درست نہیں تھا۔

محمد شکیل 'ٹوبہ ٹیک سنگھ

'اسلامی ریاست میں دعوت و جہاد کا منہج' (اگست ۲۰۰۷ء) تحریکِ شریعت محمدی' جامعہ حفصہ اور دیگر اسلام کے غلبے کی خواہش مند تحریکوں کے پس منظر میں نہایت برمحل اور فکر انگیز ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے غلبے کے خواہش مند دیگر بہت سی باتوں کے علاوہ ابھی تک 'طریق انقلاب' پر بھی متفق نہیں ہو سکے۔ تحریکِ اسلامی کی جدوجہد کو محض سیاسی کہہ کر استخفاف کیا جاتا ہے۔ مؤلف نے اپنی بات کو کتاب و سنت کے حوالوں سے مستند و مزین کیا ہے۔

'شیعہ سُنّی مکالمہ' (جولائی ۲۰۰۷ء) بلکہ مفاہمت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مشترکہ ایمانیات، اسلامی اقدارِ حیات، صحابہ و اہلِ بیت کا اکرام، اکثریتی آبادی کے علاقوں میں اکثریت کے مسلک کی فقہ اور اقلیتی مسلک کو پرسنل لا کا تحفظ اتحاد اور بقاے باہمی کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

صفدر حسین، مری

'دورِ جدید میں بین المذاہب اتحاد کا تصور' (اگست ۲۰۰۷ء) میں عہدِ حاضر کے اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور غور و فکر اور عمل کے لیے رہنمائی دی گئی ہے۔

شمع سلیم، سعودی عرب

'شیعہ سُنّی مکالمے' (جولائی ۲۰۰۷ء) کو اُمت مسلمہ کی ضرورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسی ضرورت جو اس اُمت کو ہمیشہ رہی۔ اُمت مسلمہ کو ہمیشہ ہی ان دو بنیادی فرقوں کے باہمی اختلافات سے جس قدر نقصان پہنچا اور پہنچایا گیا وہ ڈھکا چھپا نہیں۔ اہلِ علم، مفکرین اور اُمت کے علما کا احسان ہوگا جو وقت کے تقاضوں کے لوازمے کا اس طرح انتخاب کریں کہ عام آدمی تک شریعت کی درست تعلیمات پہنچ سکیں، اور پڑھنے والا ہر قاری اس فکر و خیال کو آگے بڑھائے۔

امام حسن البنا شہیدؒ نمبر (مئی، جون ۲۰۰۷ء) سرورق سے اختتام تک معلومات کا گراں قدر شاہکار ہے جس کا مطالعہ ایمان کی نئی حرارت دے گیا۔ محنت کرنے والوں کو اللہ جزاے خیر دے۔ آمین

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا

'حسن البنا شہیدؒ نمبر سے پرتیں کھلیں، کئی در وا ہوئے۔ اللہ رب العزت کی رضا کے حصول اور اس کے رنگ میں انفرادی و اجتماعی طور پر رنگ جانے کا علم بلند کرنے والے، قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ربط و تعلق اور آپؐ سے پُرخلوص عشق و محبت اور وابستگی و اطاعت کی مہکار میں ڈھلے ہوئے عالمِ اسلام کے قائد حسن البنا شہید کے بارے میں اتنا ضخیم اور وقیع شمارہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے بے مثل کردار کے حامل لوگوں کو یاد رکھنا اور اپنے خانۂ دل سے نہ بھلانا اور ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنا اچھی روایت ہے۔

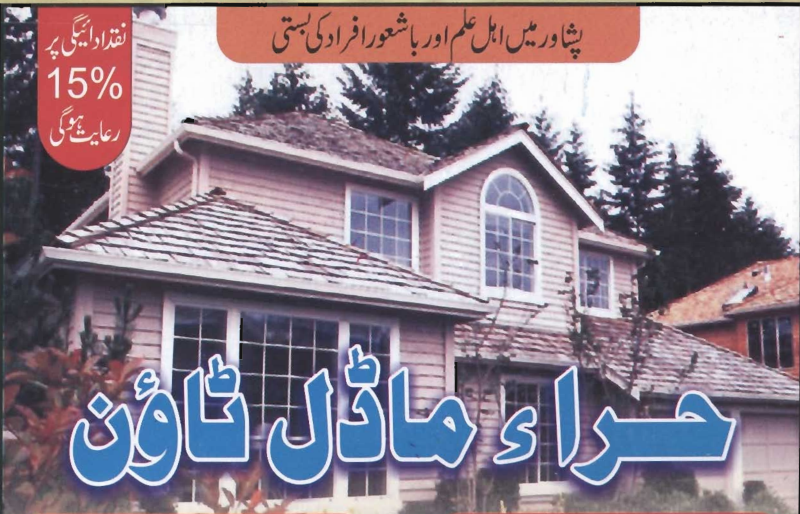

قرطبہ کریک ویلی گوادر کی شاندار کامیابی کے بعد احباب ڈویلپرز اب پیش کرتے ہیں
گوادر میں دوسرا منصوبہ قرطبہ کریک ایگرو فارمز گوادر (ایکڑ سکیم)
اک خواب جس کو تعبیر ملی
قرطبہ کریک
ایکڑ سکیم گوادر
Gwadar
FARM HOUSES
OF 1&2 ACRES
200 SQ YDS
تحصیل گوادر مین کوسٹل ہائی وے اور جیوانی روڈ سے متصل موضع (ذبارڈن)
ہم فائلوں کا کاروبار نہیں کرتے
پہلے آیئے پہلے پایئے!
(4000 Sq / yd)
قیمت -/950,000 فی ایکڑ
بکنگ -/150,000 روپے فی ایکڑ
بقایا رقم 4 سال کی 16 آسان سہ ماہی اقساط میں
30 ستمبر 2007ء تک بکنگ کروانے والے احباب کو -/100,000 روپے فی ایکڑ کی خصوصی رعایت
چیک/ڈرافٹ بنام
قرطبہ کریک ویلی
فیصل بنک اقبال ٹاؤن برانچ،
اکاؤنٹ نمبر 142-2011115-001
کو ارسال کیجئے۔
تحریک اسلامی سے وابستہ افراد کا با اعتماد ادارہ
احباب ڈویلپرز
Marketing Office: Weal House, Faiz Road, Muslim Town Lahore.
Ph: +92-42-5846830, 5846831 Fax: +92-42-5847708
Saudia Office: +966-553868843
Raheel Ahmed: 0300-8422787 - 0300-4007661
Website: qurtabacreekvalley.com Email: info@qurtabacreekvalley.com

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور سے شائع کیا


WISH

پشاور میں اہل علم اور باشعور افراد کی بستی

نقد ادائیگی پر 15% رعایت ہوگی



انقلاب روڈ چمکنی موٹر وے انٹرچینج پشاور شہر

محفوظ یقینی اور منافع بخش سرمایہ کاری کا بہترین موقع

محل وقوع

پشاور شہر حاجی کیمپ اڈہ سے 5 کلومیٹر کے فاصلے پر اور پانچ منٹ ڈرائیو پر جماعت اسلامی کے صوبائی ہیڈ کوارٹر (مرکز اسلامی) جامعہ عربیہ حدیقۃ العلوم سے قریب اور الجامعہ الاثریہ کے بالمقابل پشاور شہر کی سبزی منڈی مارکیٹ سے متصل قدرتی حسن سے مالا مال سبزہ زاروں کے عین وسط میں اور گلبہار نہر کے کنارے پر واقع ہوگا۔

آسان طریقہ ادائیگی

مرلہ	کل قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
5	600,000	200,000	16666
10	1200,000	400,000	33333
کنال	2400,000	800,000	66666

یہ قیمت محدود مدت کیلئے ہے

امتیازی خصوصیات

حراء ماڈل ٹاؤن میں وہ افراد رہائش اختیار کر سکتے ہیں جو اپنے خاندان کی تعلیم و تربیت کے ساتھ اسلامی اقدار و اخلاقیات کے پابند ہوں گے۔

سہولیات

24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت، کشادہ سڑکیں اور گلیاں
پانی، بجلی، گیس، فون، سکول، ڈسپنسری، پارک، جامع مسجد اور مدرسہ
کمرشل ایریا کے لئے جگہ مختص، سیکیورٹی کی سہولت، نکاسی آب

ہیڈ آفس: حراء کارپوریشن رجسٹرڈ

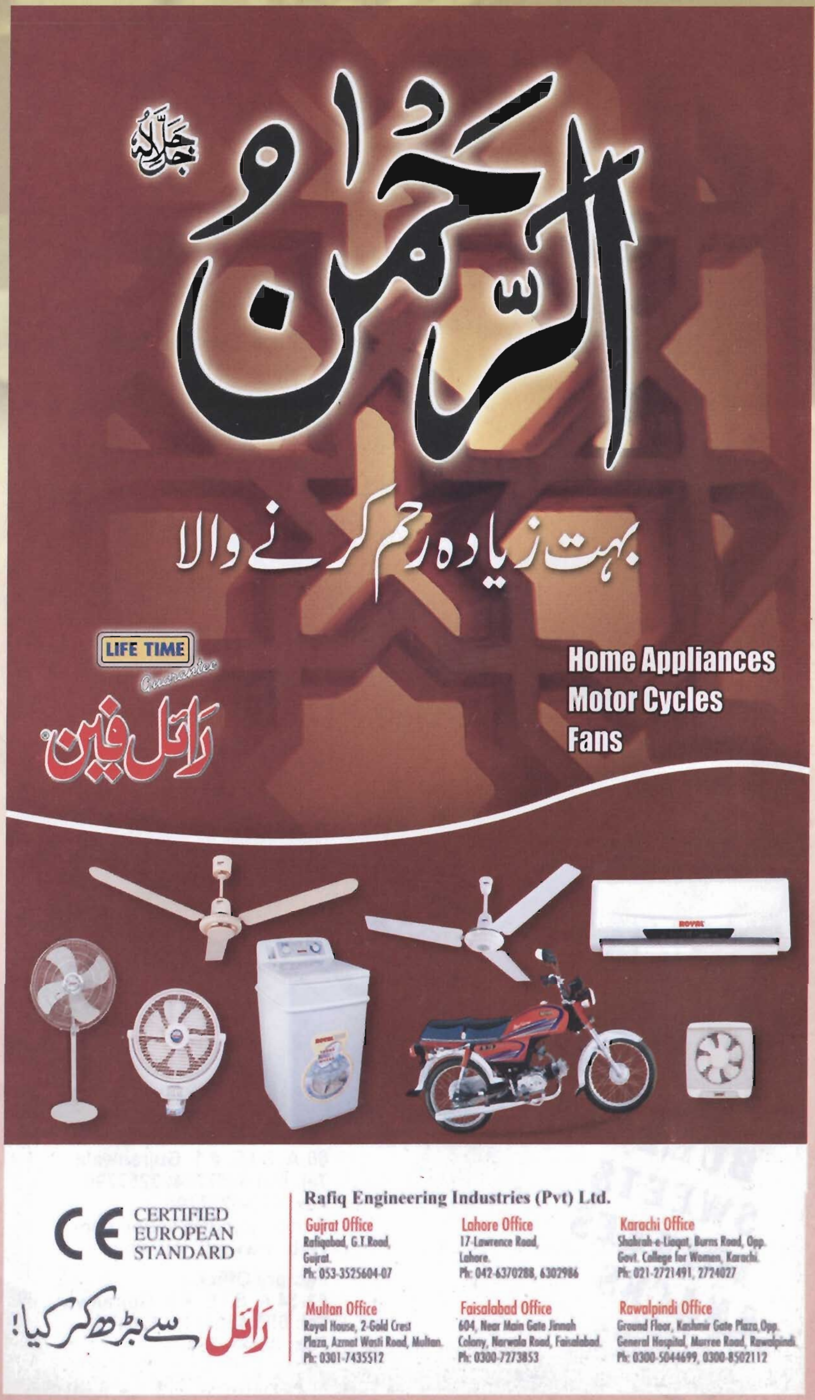
سرپرست اعلیٰ: مولانا اسداللہ 0333-5186444

ڈائریکٹر: احتشام الحق 0300-5703971

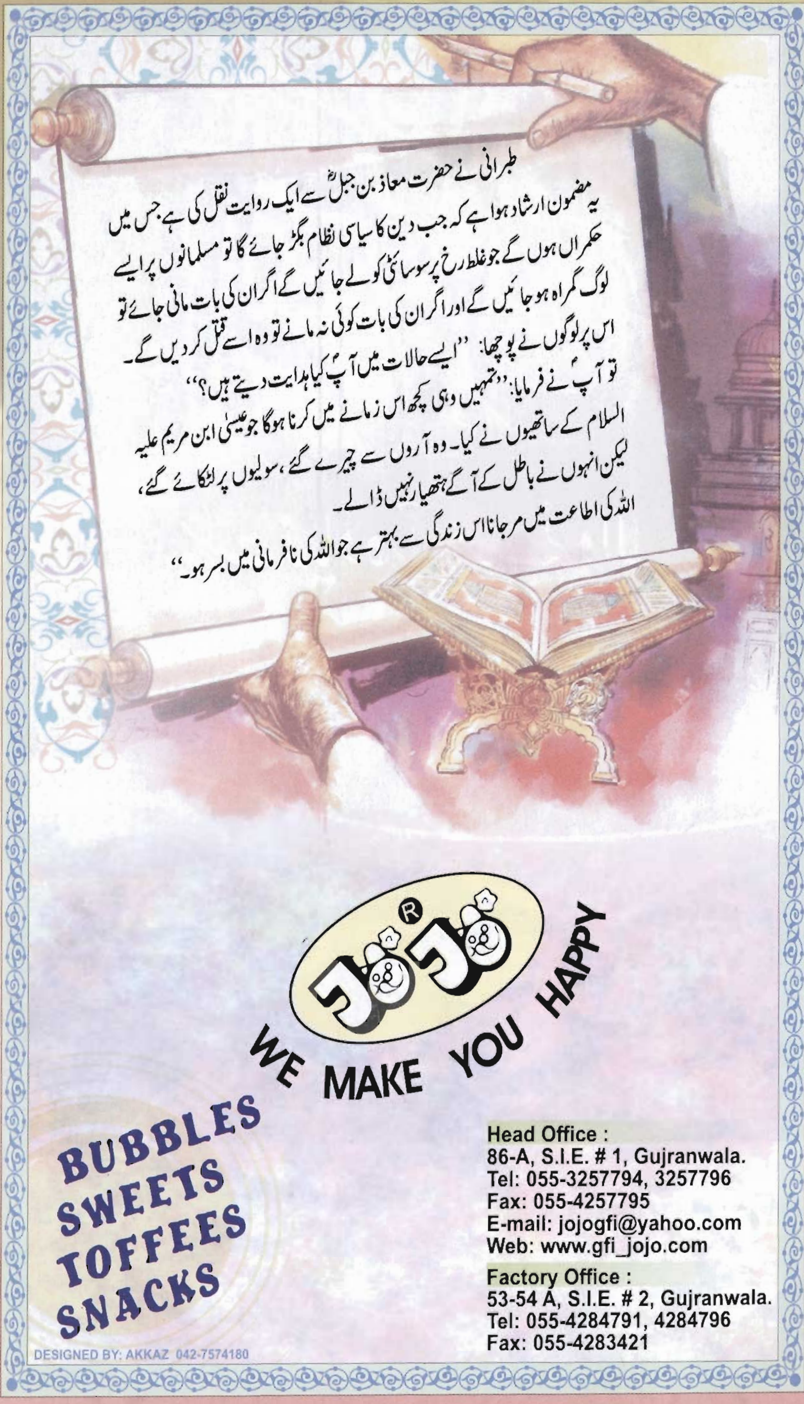
مینجنگ ڈائریکٹر: شمس الحق حقیار
0300-9053101,0321-9309357

اسسٹنٹ ڈائریکٹر: ضیاء الرحمن فاروقی
0300-0321-5929908

نیو گل پلازہ آفس نمبر 14-13 حاجی کیمپ جی ٹی روڈ پشاور
فون نمبر: 091-2263148, 7111313



الرحمٰن جل جلالہ
بہت زیادہ رحم کرنے والا
LIFE TIME Guarantee
رائل فین
Home Appliances
Motor Cycles
Fans
ROYAL
CE CERTIFIED EUROPEAN STANDARD
رائل سے بڑھ کر کیا!
Rafiq Engineering Industries (Pvt) Ltd.
Gujrat Office
Rafiqabad, G.T.Road,
Gujrat.
Ph: 053-3525604-07
Lahore Office
17-Lawrence Road,
Lahore.
Ph: 042-6370288, 6302986
Karachi Office
Shahrah-e-Liaqat, Burns Road, Opp.
Govt. College for Women, Karachi.
Ph: 021-2721491, 2724027
Multan Office
Royal House, 2-Gold Crest
Plaza, Azmat Wasti Road, Multan.
Ph: 0301-7435512
Faisalabad Office
604, Near Main Gate Jinnah
Colony, Narwala Road, Faisalabad.
Ph: 0300-7273853
Rawalpindi Office
Ground Floor, Kashmir Gate Plaza, Opp.
General Hospital, Murree Road, Rawalpindi.
Ph: 0300-5044699, 0300-8502112



طبرانی نے حضرت معاذ بن جبلؓ
یہ مضمون ارشاد ہوا ہے کہ جب دین کا سیاسی نظام بگڑ جائے گا تو مسلمانوں پر ایسے
سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں
حکمراں ہوں گے جو غلط رخ پر سوسائٹی کو لے جائیں گے اگر ان کی بات مانی جائے تو
لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور اگر ان کی بات کوئی نہ مانے تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔
اس پر لوگوں نے پوچھا: ''ایسے حالات میں آپؐ کیا ہدایت دیتے ہیں؟''
تو آپؐ نے فرمایا: ''تمہیں وہی کچھ اس زمانے میں کرنا ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم علیہ
السلام کے ساتھیوں نے کیا۔ وہ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے،
لیکن انہوں نے باطل کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے۔
اللہ کی اطاعت میں مر جانا اس زندگی سے بہتر ہے جو اللہ کی نافرمانی میں بسر ہو۔''
JOJO®
WE MAKE YOU HAPPY
BUBBLES
SWEETS
TOFFEES
SNACKS
Head Office :
86-A, S.I.E. # 1, Gujranwala.
Tel: 055-3257794, 3257796
Fax: 055-4257795
E-mail: jojogfi@yahoo.com
Web: www.gfi_jojo.com
Factory Office :
53-54 A, S.I.E. # 2, Gujranwala.
Tel: 055-4284791, 4284796
Fax: 055-4283421
DESIGNED BY: AKKAZ 042-7574180

قرطبہ سٹی

امن اور علم کی بستی اکیسویں صدی کا محورِ تعلیم و تحقیق

Madina Tul Ilm



محلِ وقوع و آب و ہوا:

قرطبہ سٹی کے لئے جگہ کا انتخاب چکری انٹرچینج ،موٹروے (M2) کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ جگہ اسلام آباد، راولپنڈی سے 30 منٹ کی ڈرائیو (50 کلومیٹر تقریباً) پر تحصیل راولپنڈی میں واقع ہے۔ کوہِ خیری مُورت کے دامن میں واقع یہ علاقہ قدرتی مناظر سے مالا مال ہے۔ اس کا موسم اور نشیب و فراز اسلام آباد سے ملتے جلتے ہیں۔ اس کے درمیان سے دریائے سِل بل کھاتا ہوا گزرتا ہے جس میں قدرتی چشموں کی وجہ سے سارا سال پانی کا بہاؤ رہتا ہے۔

شہری سہولیات و خصوصیات:

❀ تمام سہولیات جو ایک جدید شہر میں ہوتی ہیں ❀ شجرکاری اور اس کی مستقل دیکھ بھال گھروں کے معیاری نقشہ جات کی فراہمی۔

❀ قرطبہ سٹی کا اندرونی ٹرانسپورٹ کا نظام ❀ قرطبہ سٹی سے اسلام آباد، راولپنڈی تک ٹرانسپورٹ کی سہولت ❀ منصوبے کو آبادکاری کے دوران مالی لحاظ سے خود کفیل رکھنے کا نظام۔

❀ اسلامی معاشرتی اقدار کے فروغ کے لئے شہری زندگی اور ہمسائیگی کے خصوصی بائی لاز ❀ تمام شہری سہولیات کی فراہمی اور مستقل دیکھ بھال کا نظام۔



منصوبے کی خصوصیات:

❀ قرطبہ سٹی کے وسط میں وسیع و عریض بین الاقوامی قرطبہ یونیورسٹی کا قیام و انصرام۔ یہ یونیورسٹی جدید سائنسی اور معاشرتی علوم پر تحقیق اور اُن کو اسلامی قدروں میں ڈھالنے کا محور ہوگی۔ ❀ ایک عظیم الشان مرکزی جامع مسجد قرطبہ کا قیام و انصرام۔ یہ جامع مسجد یونیورسٹی سے ملحقہ ہوگی اور یونیورسٹی کے مقاصد کے حصول میں کلیدی کردار کی حامل ہوگی۔ ❀ خواتین کے لئے خصوصی کاروباری مراکز و تفریحی مقامات۔

ترقیاتی کاموں کی صورتِ حال اور ماسٹر پلان:

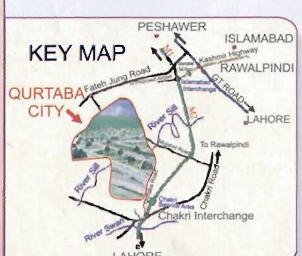
❀ اس عظیم الشان منصوبے کے لیے 4 سے زائد ملحقہ موضع جات میں زمین کی خرید کی جا چکی ہے۔ اِن میں سے ایک موضع کی زمین کو یکجا کیا جا چکا ہے (الحمدُ اللہ)۔ اور بقیہ موضع جات میں یکجا کرنے کا عمل جاری ہے۔ منصوبے کے حجم کے پیش نظر اس کی منصوبہ بندی اور تکنیکی کام مُلک کے مشہور اور مایہ ناز تکنیکی منصوبہ ساز اور کنسلٹنٹ میسرز نیسپاک (نیشنل انجینئرنگ سروسز پاکستان) کو سونپا گیا ہے۔ نیسپاک نے ایک جامع شہری منصوبہ پیش کر دیا ہے۔ اور یکجا ہونے والے وسیع رقبہ کی منصوبہ بندی مکمل کر دی ہے۔ انجینئرز کا تیار کردہ ماسٹر پلان TMA کے پاس منظوری کے لئے جمع کروا دیا گیا ہے۔ اور تکنیکی مرحلوں سے گزر کر اب یہ ماسٹر پلان منظوری کے آخری مرحلہ میں ہے۔



قرطبہ سٹی پراجیکٹ آفس کا ایک منظر

پراجیکٹ آفس اور سائیٹ کا مشاہدہ:

❀ عظیم الشان منصوبے کی ضرورت کے مطابق تمام جدید سہولیات سے مزین پراجیکٹ آفس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ اور جلد ہی انجینئرز اس آفس میں تعمیراتی کاموں کی نگرانی کا آغاز کر دیں گے۔ آپ سائیٹ کے مشاہدہ کے لیے چکری انٹرچینج موٹروے (M2) سے نکل کر اشارتی بورڈز کے مطابق پراجیکٹ آفس کا دورہ کر سکتے ہیں۔



پلاٹ بکُنگ:

❀ ٹاؤن پلاننگ کی منظوری کے ساتھ ہی مزید پلاٹ بکُنگ کے لئے پیش کر دیے جائیں گے۔
اور ساتھ ہی الاٹمنٹ کا طریقہ کار اور نئی قیمتوں کا تعین بھی کر دیا جائے گا۔

موجودہ پلاٹ ہولڈرز متوجہ ہوں:

❀ قرطبہ سٹی کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا ڈاک کا پتہ درست کروائیں تاکہ ڈاک کی ترسیل یقینی بنائی جا سکے۔ ایڈریس تبدیل کرنے کے لئے فارم دفتر سے حاصل کریں۔ اقساط پر بکنگ کروانے والے حضرات فوری طور پر اپنی بقایا اقساط جدول کے مطابق ادا کر دیں۔ بقایا جات جاننے کے لئے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ خواتین و حضرات اپنی رائے اور تجاویز سے مدینۃ العلم کے پتہ پر یا Email کے ذریعہ آگاہ کریں۔

مدینۃ العلم

فلیٹ نمبر 4، فسٹ فلور، خیبر پلازہ، فضل حق روڈ، بلیو ایریا، اسلام آباد
فون: 92-51-2206380 فیکس: 92-51-2270411
info@qurtabacity.com

Rev. 4.0

L.R.L 99 Monthly TARJUMAN-UL-QURAN LAHORE. Ph: 7587916 Fax: 7585590